

سَعَادَتُ حَسَنٍ مِّنْهُ

# جِنّازے

... میں تہذیب و تمدن کی اور سوسائٹی کی چوٹی کیا  
آماروں کا جو ہے ہی ننگی .... میں اسے کپڑے پہنانے کی  
کوشش ہی نہیں کرتا، اسلئے کہ یہ میرا کام نہیں، درزیوں کا ہے ....

# جنانے

سَعَادَتِ حَسَنُ نَسْرُ

حے

ڈرامائی مضامین

صکا

مجموعہ

مکتبہ شعروادب، سمن آباد لاہور

جملہ حقوق بحق معنف محفوظ ہیں

ناشر \_\_\_\_\_ نواز

مبلغ \_\_\_\_\_

قیمت ۱۸/- اٹارہ ہدیے

# انتساب

اس شخص

کے

نام

جو

میری

موت

پر

ایسا

ہی

مضمون

کچھ

گا

==

# ویسا

زندگی موت کا دیا ہے اس  
مجموعے کے معنائیں جنہیں ریڈیو اصلاح  
میں پھر کہتے ہیں، چن دیا چوں کی اختتامی  
سطر ہیں — کیا عجب کہ ان کو پڑھ  
کر آپ کو مرنے کا سلیقہ آجائے :-

سعادت حسن منٹو  
دہلی - ۲۹ مارچ ۱۹۷۱ء

# فہرست

۹	چنگیز خاں کی موت
۲۳	تیمور کی موت
۵۶	تکو پطرہ کی موت
۸۰	نپولین کی موت
۱۰۷	بابر کی موت
۱۳۲	شاہجہاں کی موت
۱۵۴	ٹیبو کی موت
۱۷۹	راسپوٹین کی موت

# چنگیز خاں کی موت

آج سے سات سو برس پہلے کا ذکر ہے ایک شخص آندھی کی طرح اٹھا اور قریب قریب ساری دنیا پر چھا گیا۔ اس شخص کا نام ”چنگیز خاں“ تھا۔ جس کی دہشت ایک ناز تک لوگوں کے دل پر طاری رہی۔ زندگی میں اسکو بہت سے خطاب ملے، کسی نے اسکو ”انسانوں کو ہلاک کرنے والا دیو“ کہا۔ کسی نے ”شاندار لڑاکا“ کا لقب دیا۔

یوں تو دنیا کے اور بہت سے بادشاہوں کو خطاب ملے، مگر ان کے نام کے ساتھ سچ نہیں، لیکن چنگیز خاں کو جب قدر خطاب ملے اس پر چسپاں ہو گئے۔

یورپ کے بڑے بڑے جنگجوؤں کی فہرست میں سب سے پہلا نام اسکندر مقدونی کا آتا ہے۔ پھر روم کے چند بادشاہوں کا۔ پتالین اعظم کے نام پر یہ فہرست ختم ہو جاتی ہے۔ یورپ کے جنگی ایجنٹ پر یہی سب سے زبردست اور شاندار ایکٹ تھے۔ مگر جب ہم دوسرے ملکوں کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو ہمیں ان کے مقابلے میں چنگیز خاں زیادہ ہیبت ناک اور بڑا دکھائی دیتا ہے۔

یورپ میں اس وقت ہلکے سی طرح تباہی پھیلا رہا ہے۔ اُسی طرح اُس زمانے کے ہتھیاروں کے ذریعہ سے چنگیز خاں نے کشت و خون کا بازار گرم کیا۔ اس کی خوفناک فوجوں کے راستے میں جو شہر آئے جیسے کاؤجیرن گئے۔ جہاں سے اسکا لشکر گندناواں کے دریا اپنا رہگذر بدل دیتے۔ وہاں کی زمین پر جو کبھی آدمیوں سے آباد تھی سوئے بیٹریوں اور مردار کھانے والے پرندوں کے اور کوئی دوسرا جاندار نظر نہ آتا تھا۔

مٹائی کے فن میں پتالین بونا پارٹ یورپ میں سب سے مستند نظر آتا ہے۔ مگراس سے چند غلطیاں ایسی ہوئیں جنکو ہم کبھی نہیں بھول سکتے۔ ایک مرتبہ مصر میں اپنی فوج دشمن کے رحم کرم پر چھوڑ خود بھاگ



بکلا۔ دوسری مرتبہ اس نے اپنی فوج کو روس کی برفوں میں مرنے کے لئے بھیجے چھوڑا اور خود وائرلو کے مصغور میں جا پھنسا۔ ایسی ذہر دست غلطیاں ہیں چنگیز خاں کی فوجی زندگی میں نظر نہیں آتیں۔ اس نے آرمینیا سے نیکر کو ریائنگ، اور تبت سے بیکر روس کے دریا دو گانگ ایک ایسی سلطنت کی بنیادیں قائم کیں کہ اس کے مرنے کے بعد اسکا بیٹا اوگتائی بنیر کسی مخالفت کے اس کا جانشین تسلیم کیا گیا۔ اور اس کے پوتے نے اُدھی دنیا پر بادشاہت کی۔

آج سے سات سو برس پہلے جب دریائے اونان کے کنارے وطن بلداق کے مقام پر سیو کائی بہادر کے گھر تو چین یعنی چنگیز خاں پیدا ہوا تو دیکھا کیا کہ اُس کی منہلی میں جا ہوا خون ہے — ماں کے پیٹ سے وہ خون سے رنگے ہوئے ہاتھ لے کر آیا۔

اس زمانے میں جہاں چنگیز خاں پیدا ہوا۔ ملک کی حالت بہت ابتر تھی۔ اکثر و بیشتر حصہ خیر اور دیہات تھا۔ جس میں ہر دم گھوڑوں پر سوار شکار پیشہ، آوارہ گرد بہنوں اور چکاروں کے شکار میں خانہ بدوش کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اس ملک کے لوگوں کا لباس جانوروں کی کھالیں ہوتی تھیں۔ دردھ اور گرشت سب کی خود اک تھی۔ سردی اور بارش

سے بچنے کے لئے مجسم پر چربی ملتے تھے۔ جاڑے پالے میں ٹھہر کر جانا  
 فاقوں سے دم نکل جانا۔ دشمن کی تلوار سے کٹ مرنا۔ ان میں سے کسی  
 بات کی بھی ان کو پرواہ نہ تھی۔ یہ خادہ بدوش بڑے وحشی آدمی تھے چنگیز خاں  
 یہ نکتہ سمجھ گیا کہ ان وحشیوں کو ایک دوسرے کا گلہ کاٹنے سے باز رکھنے  
 کے لئے اس کے سوا کوئی تدبیر نہیں۔ کراہیں کسی غیر ملک میں مسجد یا جا  
 \_\_\_\_\_ خلاصہ یہ ہے کہ چنگیز خاں نے اپنی قوم کے ان بگلوں پر  
 جار جائے کس کر باہر کے ملکوں پر آندھی کی طرح جا چڑھایا۔

خدا کے اس تازیانے چنگیز خاں کے ہنگاموں بھری خونی زندگی  
 ایک فقر مضمون میں نہیں ساسکتی۔۔۔۔۔ ہم چنگیز خاں کے صفت  
 آخری ایام کو پیش نظر رکھیں گے۔ جب کہ وہ ستر کا بد صا تھا۔ اور تقریباً  
 آدھی دنیا فتح کر چکا تھا۔

پر وہ اٹھتا ہے۔۔۔۔۔ سن بارہ سو پچیس۔۔۔۔۔ کوکٹا  
 جاڑہ۔۔۔۔۔ دریا۔۔۔۔۔ تولد کے کنارے چنگیز خاں خیز

چنگیز: بخود ہی تم نے امد مقول نے میری مدد کی ہے۔ جو کام  
 میں نے تمہارے سپرد کیا تم نے بڑی درستی سے کیا۔

تم نے مجھے بُرا بھی کہا مجھے ایسے کاموں سے بھی روکا  
جرغلط تھے۔۔۔۔۔ تمہاری ان ہی باتوں سے آج  
میں اس اعلیٰ مرتبے پر پہنچا ہوں۔ اس وقت آدمی  
دنیا میرے قبضے میں ہے۔ آرمینیا سے لیکر کوریا  
تک اور تبت سے لے کر دیا گئے درنگا تک میری  
سلطنت پھیلی ہوئی ہے۔۔۔۔۔ میں بہت  
خوش ہوں۔۔۔۔۔ میں بہت خوش نصیب ہوں  
بغورچی :- خان اعظم کو وہ دن یاد ہو گا جب لغو چی سے اسکی  
دوستی ہوئی۔۔۔۔۔ آٹھ گھنٹوں نے جو آپ کے  
چہرے پر چلے گئے تھے ہمیں دوستی کے اس مضبوط رشتے  
میں جکڑ دیا۔۔۔۔۔ اس راستے میں جدھر سے ناخوش  
آپ کے آٹھ گھنٹے چلا کر لے گئے تھے میں ایک  
گھنٹہ کا درد دھو دھو رہا تھا۔ کسے خبر تھی کہ وہ نوجوان  
جو آٹھ گھنٹوں کے لئے اتنا حیران اور پریشان ہے  
ایک روز آدمی دنیا کا مالک ہو گا۔۔۔۔۔ خاتون  
کو یاد ہو گا کہ اپنی گھنٹہ کی ٹھہرا کر.....

چنگیز :- مجھے اچھی طرح یاد ہے میں نے تم سے بڑی پریشانی  
کے عالم میں پوچھا تھا : کیا تم نے ادھر سے آٹھ  
کنٹرل گھوڑے اور سوار جاتے دیکھے ہیں ؟

بنغورچی :- ہاں میں نے جواب دیا تھا : ہاں سورج نکلنے سے  
پہلے کئی سوار آٹھ گھوڑوں کو جن پر کوئی سوار نہیں تھا  
ساتھ لے کر ادھر سے گزرے تھے جس راستے سے  
وہ گئے ہیں وہاں گھوڑوں کے سواروں کے نشان ہیں ۔  
\_\_\_\_\_ وہ تمہیں دکھا سکتا ہوں ۔

چنگیز :- ہم بڑی ترکیب سے ان گھوڑوں تک پہنچے ۔ اور  
انہیں ہانک کر واپس لے آئے ۔ نایاب جوت کو خبر ہوگئی  
انہوں نے ہمارا پیچھا کیا ۔ تم نے مجھ سے کہا : ”اپنا تیر  
کمان مجھے دیدو میں تجھے وہ کمان کا مقابلہ کر دے گا۔“  
بنغورچی :- مگر آپ نے میری درخواست منظور نہ کی ۔ غرض  
یہ کہ ہم دونوں گھوڑے دوڑاتے آگے بڑھتے ہے  
یہاں تک کہ شام ہوگئی ۔ اور روشنی کم ہونے لگی ۔  
مگر وہ سبزے گھوڑے دالاتا نایاب جوت اب اس قدر

قریب آگیا تھا۔ کراچی کمنڈ آپ پر اور بھیر آسانی کے  
ساتھ پھینک سکتا تھا۔

چنگیز: میں نے اس وقت چلو کر تم سے کہا تھا۔ "بغورچی  
دیکھو کہیں یہ دشمن تمہیں اپنی کند سے گرا کر زخمی  
نہ کر دے۔" ٹھہر میں اس پر تیر چلا تا ہوں۔"  
بغورچی: تیر نشانہ پر بیٹھا۔ وہ تاجموت گھوڑے کی بیٹھ  
پر سے گرا اور ہم رات کے اندھیرے میں اٹھوں  
گھوڑے ساتھ لے بھاگے۔

چنگیز: (ہنسنا ہے) تم جب واپس اپنی جگہ پر پہنچے تو  
دڑے کہ تمہارا باپ تمہاری غیر حاضری پر غصا  
ہوگا۔ پہلے جلدی سے جا کر تم نے درد دکھا  
مشکیزہ گھاس میں سے نکالا اور اپنے باپ سے  
کہا: "یہ میرے ساتھ والے جب اُسے توہمت نہکے  
ہوئے تھے۔ اور بے حد پریشان تھے۔ میں ان کے  
ساتھ چلا گیا۔"

بغورچی: میرا باپ بجائے ندامت ہونے کے بہت خوش ہوا

اور کہنے لگا۔ تو تم دونوں نو عمر ہو۔ مناسب ہے  
 کہ ہمیشہ دوست بنے رہو۔ — بڑے بچے  
 اور وفادار دوست۔“

چنگیز: (لباساں لیکر)۔۔۔۔۔ جہان کے دن بھی کیا بھرتے  
 ہیں۔ — بغورچی بلند آسمانوں کی قسم ہے خاقان  
 تمہیں اپنا عزیز دین دوست یقین کرتا ہے۔ —  
 قدرت کے رنگ نیارے ہیں۔ مومے آگ لینے  
 گیا تو اسے پیغمبری مل گئی۔ میں اپنے گھوڑوں کا  
 کھوج لگانے نکلا تو مجھے تم مل گئے۔ (بہشتا ہے)  
 بغورچی: (بہشتا ہے)

چنگیز:۔ بغورچی اچھا بھلا یہ تو بتاؤ۔ انسان اپنی سب سے  
 بڑی خوشی اور مسرت کس بات میں سمجھتا ہے۔  
 — یہ بات تم سے پوچھنے کے لئے میں کئی دنوں سے  
 ارادہ کر رہا تھا۔ — پورے گولا۔ بغورچی کے بعد ہم تم  
 سے بھی یہ سوال کریں گے۔ جواب سوچ رکھو۔ —  
 بغورچی:۔ سب سے بڑی خوشی اور مسرت انسان کے لئے

اس میں ہے۔ کہ بیمار کا موسم ہو۔ عمدہ گھوڑے پر  
انسان سوار ہو۔ ہاتھ میں شکرہ ہو۔ اور اس سے  
شکار مارتا ہو۔“

چنگیز:۔ نہیں بھائی۔ اس سے میری تسلی نہیں ہوتی۔ بیمار  
کا موسم۔ عمدہ گھوڑا — شکرہ اور شکار —  
پر سب غلط ہے۔ ان چیزوں میں انسان کی سب سے  
بڑی خوشی نہیں ہو سکتی — یور و گولا۔ اب تم ہمارے  
سوال کا جواب دو۔ بغورچی کے جواب سے ہم مطمئن  
نہیں ہوئے۔

یور و گولا:۔ صحرائے گہری میں چلنے والی ہماروں کی طرح انسان  
آڑا دہر — عیش کا سامان پاس ہو — خواہر  
عورت اور رنگین شراب ہو — اور.....

چنگیز:۔ غلط..... بالکل غلط..... اچھا تم بتاؤ  
— چغتائی تھا یا کیا خیال ہے۔

چغتائی:۔ خن اعظم اپنے بیٹے کو خود ہی بتائیے۔ کہ انسان  
کی سب سے بڑی خوشی اور مسرت کس بات میں ہے

چنگیز:۔ رسو — انسان کی سب سے بڑی مسرت اس  
 میں ہے۔ کہ وہ اپنے دشمنوں کو شکست دے  
 ان کو پیس ڈالے۔ اپنے سامنے سے انہیں بھاگتا  
 ہوا دیکھے۔ جو کچھ ان کے پاس ہو۔ سب اپنے قبضے  
 میں لے آئے۔ جن لوگوں سے اس کے دشمنوں کو  
 محبت ہو ان کو روٹا دیکھے۔ ان کے گھوڑ پتھر  
 سوار ہو۔ ان کی زندگی کی ہر خر بھروسہ شے  
 کو ٹاٹ کی طرح اسقلال کرے۔ — آہ ہمدی  
 کتنی خواہش ہے۔ کہ اس باغی بادشاہ شکوت  
 کو اس کے جرم کی فزاوارتی سزا دیں۔ بغور ہی غمگین  
 کیا خیال ہے۔ کیا ہیں اس سرکش بادشاہ کے ملک  
 پر چڑھائی نہیں کر دینی چاہیے۔

بغورچی:۔ خاقان کا جو خیال ہے وہی ہمارا خیال ہے کیوں  
 یور و گولا۔

یور و گولا۔ بالکل بجا ہے۔

چنگیز:۔ بعض انتقام لینے کی خاطر ہم اس کے ساتھ جنگ



کرنا نہیں چاہتے۔ تنگوت کے ملک کو فتح کرنے کے اور اسباب بھی موجود ہیں۔ جنکو ہم مصلحت سمجھتے ہیں۔ — بغور چی تمام سپہ سالاروں کو حکم دے دیا ہے کہ سارا لشکر فوراً تیار ہو جائے۔ ہم بہت جلد حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

لفظہ چھی بہت بہتر

چٹ گینز۔ جنگ کا نقشہ ہم آج ہی تیار کر دیں گے جس کے مطابق  
ہمارے سپہ سالاروں کو ٹرانا ہوگا — تم اس اثنا  
میں جاسوس روانہ کرو۔ لڑائی کا جو نقشہ تحریر کیا جائیگا  
اس کی صراحت فرما ہی کر دی جائیگی۔ جو راستے تجویز  
کئے جائینگے ان سے تمام سپہ سالاروں کو باخبر کر دیا  
جائے گا — بخوبی۔ میرے اس نافرمان برادر  
بیٹے محبوبتی کی کوئی تازہ خبر؟ — تم لوگ نہیں  
جاننے کہ ہماری منت رات سے بھر پور زندگی پر حجتی  
کا وجود کالے بادل کی طرح چھا گیا ہے —  
اس کی نافرمان برادر یوں نے ہماری زندگی تلخ کر دی ہے

آخر وہ چاہتا کیا ہے۔

بغورچی: وہ آپ سے اور آپ کی سلطنت سے علیحدہ رہنا  
چاہتا ہے۔ اور خود ایک سلطنت قائم کرنے  
کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس سلطنت میں وہ ان ملکوں  
کا کچھ حصہ بھی شامل کرنا چاہتا ہے۔ جواب دے  
حال ہی میں فتح کئے ہیں۔

چنگیز: مجھے معلوم ہے — مجھے سب کچھ معلوم ہے  
— جس زمانے میں ہماری فوج خوارزم شاہ سے  
لڑ رہی تھی۔ اس نالائق نے ہماری حکمت عملی سے  
اختلاف کیا — اس کی نافرمانیوں کی فہرست اتنی  
طویل ہے کہ..... یوروگولا

یوروگولا: حضور.....

چنگیز: لشکر کے سامنے ہمارے الفاظ ایک بار پھر دہراؤ  
— یاد رہے تمہیں وہ الفاظ رمزمہ کی زندگی میں ایسے  
رہو جیسے دو برس کا کائے کا بچہ۔ لیکن لڑائی میں لشکر  
بن جاؤ۔ ضیافتوں اور جلسوں میں اس طرح کھاؤ جیسے

ساندھ کھانے ہیں۔ لیکن لڑائی میں عقاب بن کر شکار  
 پر چھٹو۔ دن کی روشنی میں بڑے بھیرے کی طرح  
 چمکنے اور رات کے اندھیرے میں کلمے کوٹے کی  
 طرح ہوشیار ہو۔

چین سے جس وقت چنگیز خاں واپس آیا تھا تو قن کے ملک کے دن  
 حصوں پر جن کو مغلوں نے فتح کیا تھا۔ قن نے پھر اپنا قبضہ جمایا تھا بقری  
 نوایاں جو چنگیز کا نائب تھا قن سے برابر لڑتا رہا۔ چنگیز نے سوچا کہ جزائی  
 حالات کچھ ایسے ہیں کہ قن کا خاتمہ اس وقت تک نہ ہو سکیگا جب تک تنگوت  
 کے ملک میں اسکی حکومت قائم نہ ہو جائے۔ کیونکہ تنگوت کے ملک سے  
 قن کی راجدھانی پر حملہ کرنا آسان تھا۔ غرض یہ تنگوت سے لڑنے کو  
 چنگیز خاں نے ایسا ضروری سمجھا کہ اکہتر برس کی عمر میں بھی لشکر کا سردار  
 بن کر اٹھا۔ اور اس ملک پر چڑھائی کر دی۔

سن بارہ سو چھبیس میں تنگوت سے لڑائی شروع ہوئی چنگیز خاں کی  
 بیوی یسوی اور شہزادے ساتھ تھے۔ شروع شروع میں لڑائی میں کامیابی  
 رہی۔ لیکن جب جاڑ آیا تو چنگیز خاں ایک دن گھوڑے پر سے گرا اور ایسی

چوٹ آئی کہ اس کے صدمے سے بیمار ہو گیا

لیسنوئی بہ خان کے دشمن کی طبیعت بہت خراب ہے ۔  
گھوڑے پر سے گر کر ایسی چوٹ آئی ہے کہ کئی  
جورڈہلی گئے ہیں ۔ کل سے تیز بخار ہے ۔ میں  
نے آپ لوگوں کو اس لئے یہاں بلایا ہے کہ اس  
جنگ کے متعلق بات چیت کی جائے ۔ جو روز بروز  
بڑھتی چلی جا رہی ہے ۔ بغورچی تم بتاؤ ایسی  
حالت میں کیا جنگ جاری رہ سکتی چاہئے ؟  
بغورچی : خاقان کی حالت گونا گونا گویا نہیں کہی جاسکتی مگر  
اس بڑھاپے میں شدید چوٹیں بہت خطرناک ہوتی  
ہیں ۔ میری یہ قورائے ہے کہ کچھ دیر کے لئے یہ  
جنگ ملتوی کر دی جائے ۔ خاقان کا علاج یہاں نہیں  
کیا جاسکتا ۔ جب وہ تندرست ہو جائیں تو جنگ  
دوبارہ شروع کر دی جائے ۔  
پورو گلا : اس رائے سے مجھے بھی اتفاق ہے

چہرہ جو وائی :- میں سمجھتا ہوں یہ رائے بالکل درست ہے ۔

حضور کی تندہ سستی سب سے ضروری چیز ہے ۔

یسوئی :- بلانویاں — تم اس بارے میں کیا کہتے ہو ۔

بلانویاں :- تنگت خانہ بدوش نہیں ہیں ۔ شہروں میں رہتے

ہیں ۔ کہیں چلے تو جائیں گے نہیں ۔ پھر دیکھا جلنے

گا ۔ اب ہم اپنے وطن کو واپس چلے جاتے ہیں ۔

جب خاقان کا مزاج ٹھیک ہو جائے گا تو پھر

یہاں آجائیں گے ۔

یسوئی :- تو پھر یہ طے ہے ۔

( اچانک بیساکھوں کی مدد سے چنگیزانہ داخل ہوتا ہے )

چنگیز :- کچھ طے دے نہیں — ہمارا مزاج بخیر ہے —

ہم یہیں رہیں گے ۔ یسوئی ایک بیوی کی حیثیت سے

ہمیں اپنی ہمدردی کی قائل کر سکتی ہو ۔ مگر جنگ کے

میدان میں تمہاری ہمدردی ہمیں کبھی متاثر نہیں کر

سکتی — پورہ گلا — ہمارے بیٹے کیلئے چوک لڑو

( فوراً چوک رکھ دی جاتی ہے )

چنگیز نے چور کی پر میٹھ کر بغورچی، یہ چپکے چپکے کیا سازش ہو رہی  
 تھی — بہت افسوس ہے کہ تم بھی میدان  
 جنگ چھوڑنے پر رضامند ہو گئے۔

بغورچی: — خاتن آپ کی صحت سب چیزوں پر مقدم ہے۔  
 چنگیز: — اور ہماری خوشی اس پر مقدم ہے — تم  
 لوگ یقین کر رہے ہو کہ ہم بہت جلد صحت یاب ہو جائیں  
 گے — ہمارا علاج میدان جنگ ہی میں ہوگا۔  
 — تم لوگ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ اگر اس وقت  
 ہم یہاں سے چلے گئے تو وہ پاچی تنگوت یکھیں  
 گے کہ ہم ڈر گئے — آج اکہتر برس کی عمر میں  
 گھوڑے پر سے گر کر ہم اپنا وقار زخمی کرالیں؟  
 نہیں۔ ہم ہرگز یہاں سے نہیں جائیں گے۔ بغورچی!  
 تم ایک اچلی تیار کر کے تنگوت کے پاس بھیج دو  
 ہمارا پیغام لے جائے۔

بغورچی: پیغام ارشاد ہو۔  
 چنگیز: — بے چارے القاب وغیرہ بالکل نہ ٹھہ جائیں۔

بس اس سے صرف اس قدر کہا جائے —  
 شکوت نے شروع سے ہمارے ساتھ وعدہ کیا  
 کیا تھا کہ تم ہمارے دست راست بنو گے۔ لیکن  
 جب ہم مسلمانوں سے لڑنے لگے تو تم نے ہمارے  
 ساتھ چلنے سے انکار کر دیا۔ اور اس نافرمانی کے  
 ساتھ ہماری قومیں کی — اب مسلمان کو مغلوب  
 کرنے کے بعد میں تم سے نپٹنا چاہتا ہوں —  
 ہمارے قہر سے ڈرنا اور ہستیار ڈال دو۔

بلالوئیاں :- آپ قوت و سطوت کے خدا ہیں — میں  
 اکثر سوچتا ہوں کہ آپ کے ہاتھ پر کوئی علامت اس  
 قوت و سطوت کی ہے بھی یا نہیں۔

چنگیز :- (دہنتا ہے) بلالوئیاں۔ میں تمہیں ایک دلچسپ  
 واقعہ سناتا ہوں مسند خانی پر بیٹھنے سے پہلے ایک  
 روز ہم گھوڑے پر سوار جا رہے تھے۔ ایک پل پر  
 سے گزرنے لگے تو دیکھا ہماری ناک میں چھ آدمی  
 بیٹھے ہیں۔ ہم تلووار سوخت کر ان کی طرف بڑھے۔

انہوں نے دور ہی سے ہم پر تیر ہر سائے شروع کئے  
 لیکن جتنے تیر انہوں نے پھینکے سب کے سب  
 خطا گئے۔ ایک بھی ہمارے نہ لگا۔ ہم اُگے  
 بڑھے اور چشموں دشمنوں کو موت کے گھاٹ  
 اتار دیا۔ — واپسی میں پھر اسی جگہ سے جہاں  
 ہم نے دشمنوں کو قتل کیا تھا گند ہوا ٹوڑ دیکھا کر ان کے  
 گھڈے خالی بیٹھ پھر رہے ہیں۔ ہم نے ان  
 گھوڑوں کو کپڑا اور ہانک کر اپنے گھر لے آئے  
 بولو اس سے کیا نتیجہ نکالے ہو۔

بلالویاں۔ غلام اس سوال کا جواب مل گیا۔ — خانان  
 قوت و سطوت کا خدا ہے !

(ہنسنا ہے) خدا کا تازیانہ ہے ..... قہر  
 الہی ہے .....

چنگیز کا بھیجا ہوا اپنی تنگوت کے پاس گیا۔ اور وہاں سے ایسا ناگوار  
 اور تکلیف دہ جواب لایا کہ چنگیز خاں کا غیظ و غضب اور زیادہ بڑھ گیا۔



اس نے سرداروں سے کہا۔ اب بھی ممکن ہے کہ ہم یہاں سے چلے جائیں  
 — ہم مرجائیں گے مگر تنگوت کو بغیر سزا دیئے ہمیں چھوڑیں گے۔“  
 چنگیز خاں نے اپنے دشمن بادشاہ تنگوت  
 سے بد لہینے کی ہر ممکن کوشش کی مگر  
 اسکی صحت اب بالکل حجاب دے رہی  
 تھی۔ وہ اب صرف چند دنوں کا مہمان  
 تھا۔“

بلا نویاں۔ حضور املاع ملی ہے۔ کہ آپ کے لڑکے جو جی  
 نے پھر بچاوت کا جھنڈا بلند کر دیا ہے۔  
 چنگیز۔ اس ناخلف لڑکے نے ہمیں بہت تنگ کیا  
 ہے۔ تم ایسا کر دو کہ فوراً ایک لشکر تیار کر کے  
 اس کی سرکوبی کے لئے روانہ کر دو۔  
 بلا نویاں۔ بہت اچھا حضور۔  
 خادم۔ جہاں پناہ — بغورچی قدم بوسے کے لئے  
 حاضر ہیں۔

چنگیزؔ۔ اس کو اندر بھیج دو۔۔۔ ہاں تو ہم تم سے  
 یہ کہہ رہے تھے۔ کہ جوہی کی سرکوبی کے لئے فوراً  
 ایک لشکر روانہ کر دیا جائے۔ اس ناخلف  
 (ٹکے نے ہمیں بہت ستایا ہے۔ کاش کہ ہم  
 بیمار نہ ہوتے۔

بغورچی۔ یہ لڑکا اب کبھی اپنے باپ کو نہیں ستایگا۔  
 چنگیزؔ۔ اس سے تمہارا مطلب۔  
 بغورچی۔ ابھی ابھی اطلاع آئی ہے۔ کہ جوہی کا انتقال  
 ہو گیا ہے۔

چنگیزؔ۔ کیا کہا۔۔۔ جوہی ہمارا بیٹا مر گیا۔ (توقف  
 کے بعد) ہم تھوڑی دیر کے لئے دوسرے کمرے  
 میں جا رہے ہیں۔ ابھی آنے ہیں۔  
 (دوسرے کمرے میں چلا جاتا ہے)

بلا تو بیاں بنتم نے دیکھا بغورچی۔ خان کو اپنے بیٹے کی موت  
 کا صدمہ ہوا ہے۔  
 بغورچی۔ میں نے خان کو آج پہلی بار مخموم دیکھا ہے۔

بلا لویان ہم اسی لئے دوسرے کمرے میں چلے گئے۔

بیسے لمبی موت پر تنہائی میں چنگیز خاں نے بہت غم کیا۔ مگر یہ غم کسی ظاہر نہ ہونے دیا۔ فوجیں برابر آگے بڑھتی رہیں۔ چلتے چلتے صنوبر کے جنگل سے گزر رہا جہاں سورج کی حدت کے باوجود درختوں کے سائے تلے برف جمی ہوئی تھی۔ یہاں پہنچتے ہی چنگیز خاں نے لشکر کو ٹھہرنے کا حکم دیا۔ اور قاصدوں کو بلا کر کہا۔ کہ بہت جلد گھوڑے دوڑاتے ہوئے توئی کے پاس جاؤ۔ اور اس سے کہو کہ فوراً میرے پاس آئے۔ توئی اسکا میاں عمر بیٹا جب خان کے خیمہ کے اندر داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ باپ آتشدان کے قریب ایک قالین پر کھود میں لیٹا پڑا ہے

چنگیز خاں: اؤ۔ توئی میرے بیٹے اؤ۔ میں قہقرا  
منظر نما۔ اؤ اُدھر میرے پاس بیٹھو۔  
میرے وفادار دوست اور بہادر جرنیل سب  
اس وقت موجود ہیں۔ میں ان سے کہہ چکا ہوں  
کہ میری موت اب بالکل قریب آگئی ہے۔ جب

میں اس سے نہیں ڈرتا تو تم کیوں ڈرد۔

تولی :- اباجی ایسا نہ کہئے .....۔

چنگیز خاں بے یقوف و زہر — تولی ہم وصیت کرنا چاہتے

ہیں۔ فغول باغ میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے

— سُنو ہماری وصیت ہے کہ قن سے لڑائی جاری

رہے۔ جس وقت تنگوت کی راجہ صافی فتح ہو جائے

تو تنگوت کے بادشاہ کو اور اس کے تمام ساتھیوں

کو جو اس کے ساتھ رہتے ہیں قتل کر دیا جائے جب

تک یہ صورت پیش نہ آئے ہماری موت کو بوجھ

رکھا جائے۔ (وقت کے بعد) اکٹائی تمہارا بھائی بلند

ہمت اور دھندل ہو۔ اس کا حسن اخلاق بہت اچھا

ہے لوگ اسے پسند کرتے ہیں اسلئے ہم اسے اپنا جانشین

مقرر کرتے ہیں۔

تولی :- آپ کا فیصلہ رحق ہے۔

چنگیز خاں بدقولی۔ مشرق میں جس قدر ملک ہیں تم ان کے ملک ہو

تولی بدشکر رہ۔

چنگیز خاں :- اور تہارے چھوٹے بھائی چغتائی کو ہم نے مغربی  
 ملک دیئے — تم لوگ سب سن لو کہ ہمارے  
 ان الفاظ میں کسی قسم کی تندی ملی نہ ہونے پائے۔  
 لڑائی جاری رہے۔ اور تلکوت کے بادشاہ کو مند  
 اس کے ساتھیوں کے موت کے گھاٹ اتاراجائے  
 — یہ بھی یاد ہے کہ دشمن کو ہماری موت کی اطلاع  
 نہ پہنچنے پائے۔

وصیت مکمل کرنے کے بعد چنگیز خاں کی روح پرواز کر گئی۔ اسکا  
 انتقال جنرلی چین میں "سنگ" کے اند ہوا۔ اس خیال سے کہ دشمنوں پر  
 اسکی موت ظاہر نہ ہو۔ تابوت لے جاتے وقت راہ میں جو آدمی ملا اسے  
 قتل کر دیا گیا۔ وہ انسان جہاں کے پیٹ سے مٹھی میں جباہراخون  
 لیکر پیدا ہوا۔ ساری عمر خون کی ہولی کھیلتا رہا۔ موت کے بعد بھی خون  
 خرابے کا باعث ہوا۔

چنگیز خاں کتنا بخت گامی میں جلد ہاتھا۔ اور لوگ بن کر رہے  
 تھے۔ اس سے پہلے تو شکریے کی طرح شکار پر گرتا تھا۔ آج

بھاری آواز دیتی ہوئی گھڑی تیرا تابوت لے جا رہی ہے —

ہائے میرے چنگیز خاں —

کیا یہ سچ ہے کہ تو اپنی میری ہمیں کو چھوڑ کر چلا گیا۔ اور اپنی

قوم کی عیسٰی سے اٹھ گیا — ہائے میرے خاں —

پلے تو عقاب کی طرح چکر کاٹتا ہوا ہمارے آگے آگے راہ

بتاتا ہوا چلتا تھا۔ آج تو نے غم کو کھائی اور گر گیا — ہائے

میرے خاں !

---

# تیمور کی موت

..... پانچ سو برس سے کچھ زیادہ عرصہ ہوا ہے جب ایک آدمی نے ساری دنیا پر قابض ہونا چاہا جس کام میں اس نے ہاتھ ڈالا کامیاب ہوا — نصف دنیا سے زیادہ کے لشکروں کو اس نے بجے بعد دیگرے نیچا دکھایا۔ کئی شہروں کو زنج و بنیاد سے اکھڑ پھینکا۔ ان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ کئی سلطنتوں کی دولت اپنے قبضے میں لایا۔ اور جس طرح چاہا اسے صرف کیا۔ پہاڑوں کی چوٹیاں کاٹ چھانٹ کر ان پر زہت لگا دیں بنائیں — دریاؤں کے رخ بدل ڈالے برکھیں اور اسے بنائے۔ مگر دورِ غفلتوں کی تجارت کا مال ان پر سے گزرنے لگا۔

اس فرخوار جنگ جو آدمی کو ہم قمرین یا تیمور لنگ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

ایشیاء اُمس سے خرب واقف ہے۔ اس پر ناز بھی کرتا ہے۔ اور  
 افسوس بھی۔ بعض لوگ اُسے گرگ سیاہ کہتے ہیں۔ مگر بعض ایسے بھی ہیں۔  
 جو اُسے شیرِ نیاں اور گیتی ستان کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ — مشہور  
 شاعر ملٹن نے عزرائیل کی شاندار تصویر میں جو مہیب رنگ بھرے ہیں۔  
 معلوم ہوتا ہے تیمور کے قصوں پر غور کرنے کے بعد ہی اس کے قلم میں یہ  
 بلا کا زور آیا تھا۔

شاعروں نے اس ہیبت ناک انسان پر خیال آفرینیاں کیں۔ مگر  
 مؤرخوں پر سکوت کا عالم طاری رہا۔ کہ وہ تیمور کو کس نہرے میں تصور  
 کریں۔ وہ کسی شاہی خاندان کا رکن نہیں تھا۔ لیکن اپنی ذات سے البتہ وہ  
 ایک شاہی خاندان کی بنا ڈال گیا۔ عادت گر تھا۔ ڈھانے اور گرانے والا  
 تھا۔ مگر جب بنانے کی طرف راجب ہوا تو بے مثل عمارتیں اس نے تعمیر  
 کرائیں۔ — سکندر کی طرح کسی بادشاہ کا لڑکا نہیں تھا۔ اور نہ چنگیز کی  
 طرح کسی لاؤ لشکر والے کا حادثہ۔ فتح مند اسکندر کے پاس مقدونیہ کے  
 لوگ اور چنگیز کے پاس مغلوں کے گروہ شردہ سے موجود تھے۔ مگر تیمور نے



خود اپنے لئے ایک قوم فراہم کی ۔

انتہا درجہ کی لغزت اور انتہا درجہ کی محبت عیسٰی تہذیب کے ساتھ ظاہر کی گئی ہے ۔ کسی دوسرے بادشاہ کے ساتھ ظاہر نہیں ہوئی ۔ تیمور کے دوبارہ کے دو بڑے سو رخ گندے ہیں ۔ ایک نے اس کو شیطان بتایا ہے ۔ اور دوسرے نے لکھا ہے کہ اس جیسا عالی مقام اور عالی ظرف کبھی پیدا نہیں ہوا ۔ ابن عرب شاہ لکھتا ہے کہ وہ ایک بے رحم قاتل ۔ مکرو فریب میں اسناد کامل اور عداوت و انتقام میں خدا کا قہر تھا ۔ مولانا شرف الدین لکھتے ہیں ۔ کہ محبت و شجاعت نے اسکا تمام تائد کی تہمت کا پر ممتاز کیا ۔ اور تمام ایشیاء کو اس کے سامنے جھکا دیا ۔

نیمہ اگرچہ دنیا کے بڑے بڑے والوں میں بہت بڑا درجہ رکھتا ہے ۔ لیکن بادشاہوں میں وہ بدترین بادشاہ تھا ۔ لائق ۔ بہادر تھا ۔ قیاض تھا ۔ لیکن مشہرت کا خرابان ۔ سخت گیر اور ظالم ۔ اپنی ذاتی شان و شوکت کے مقابلے میں وہ دوسرے انسانوں کی خوشی کو پرکاش سے زیادہ نہ سمجھتا تھا ۔ اسکی ذاتی مشہرت نے اسکی قوت کے عالی شان عمل کو سلامت رکھا ۔ لیکن جب وہ مرقور عمل بھی اس کے ساتھ ہی گر پڑا ۔ اس کی سلطنت اس کی موت کے ساتھ ہی مٹ گئی ۔

اس فقیر خاکے میں جو ہم اب آپ کی خدمت میں پیش کریں گے۔  
 تیمور لنگ کی زندگی کے اُخری باب کی جھلک دکھائی جائے گی۔ جبکہ موت  
 اس کے دردِ ازانے پر دستک دیا چاہتی تھی۔

فرشتہ موت۔ (موٹی اور ڈراؤنی آواز میں) تیمور — اور مردیکو

یہ لاشیں پہناتے ہو؟

تیمور۔ (بے پروائی سے) لاشیں — کس کی لاشیں —

فرشتہ موت۔ دیکھو یہ لاش کس کی ہے — پہناتے ہو؟

تیمور۔ پہچانتا ہوں۔ یہ میرے بڑے بیٹے جھانگیر کی لاش

ہے۔ مگر اس کو بڑے قزاق زانہ ہرچکا ہے۔

فرشتہ موت۔ (سنستا ہے) اور یہ۔

تیمور۔ یہ عمر شیخ کی لاش ہے۔ مگر اس کو انتقال کئے بھی

ایک مدت ہو چکی ہے۔

فرشتہ موت۔ (سنستا ہے) یہ

تیمور۔ یہ — میرا بھتا میرزا دہ محمد سلطان ہے —

ظالم موت نے اس کو بھی زچہ بڑا — بڑا دلیر اور

شجاع تھا۔ تمام لشکر اس کی پرستش کیا کرتا تھا۔ بحر  
 اس کی موت پر بہت افسوس ہوا تھا (توقف  
 کے بعد) اس قوجان شہزاد نے اقبال و نصرت  
 کی حالت میں دنیا کو خیر یاد کیا۔ — (آہ بھر کر) وہی  
 فوجیں جو یہ مرحوم سمرقند سے اپنے ساتھ لے کر  
 آیا تھا۔ اپنے سردار کی لاش کندھوں پر اٹھا کر  
 سمرقند واپس آئیں۔ — رنگیں پرچموں کی جگہ  
 ماتمی جھنڈے تھے۔ — اس کا میں نے زیادہ  
 خیال نہ کیا۔ لیکن جب مرحوم کے دودھ پیتے  
 بچے میرے سامنے لائے گئے۔ تو مجھے سخت مدد  
 ہوا۔ اور کئی دن تک اپنے خیمے سے باہر نہ نکلا۔  
 فرشتہ موت (ہنستا ہے) کیا اب بھی تمہیں معلوم نہیں ہوا۔ کہ  
 تم سے بڑھ کر بھی دنیا میں کوئی قوت موجود ہے۔  
 ایسی قوت جس نے تمہارے بہترین ساتھیوں  
 کو تم سے ہمیشہ کے لئے جدا کر دیا ہے۔ تمہارا  
 شرمیلے بنانے کے تمام کے بڑے بڑے اُمراء آج اپنی

قبروں میں بے خبر سو رہے ہیں — حاجی شیخ  
 سیف الدین کہاں ہے ؟ — تمہارا رہ جانثار  
 جاکو برلاس کہاں ہے ؟ — امیر زادہ محمد سلطان  
 تمہارے فرزند رشید کالافت جگر کہاں ہے جس  
 پر تمہیں اتنا ناز تھا — اور تمہارا رہ وفا کش اور  
 خاک حلال امیر آق بونغا کہاں ہے — جس کی خدمت  
 کے صلہ میں تم نے ہرات کی حکومت اس کو بخش  
 دی تھی — کہاں ہیں یہ سب لوگ — تم  
 نے جب اپنے پوتے محمد سلطان کی علالت کی خبر  
 سنی تھی تو بھاگ بھاگے اس کے پاس گئے تھے ۔  
 جیسے تمہاری آمد سے موت کا فرشتہ اپنے پر پھیل  
 کر ایک کونے میں دبک جائیگا ۔ لیکن مریض کی زبان  
 ایسی بند ہوئی کہ آخر دم تک نہ کھل — وہ تم سے  
 بات تک نہ کر سکا (دیوانہ وار ہنست ہے)

تیمور — (گھبرا کر جاگتا ہے) بند کر اس ہنسی کو — بند  
 کر اس شیطانی ہنسی کو — یہ کون تھا؟ یہ کون تھا؟

سراٹے خانم۔ کیا حضرت صاحبقران نے آج پھر کوئی ڈراڈنا  
 خواب دیکھا۔

تیمور۔ (توقف کے بعد) ہاں۔۔۔ جب سے ہم اپنے عزیز

پوتے کی لاش لیکر سمرقند آئے ہیں عجیب عجیب  
 خواب دیکھنے سے ہماری نیند خراب ہو گئی ہے۔

سراٹے خانم کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ یہ خواب ہیں  
 سنا رہے ہیں۔۔۔ کیا ہم بڑے تو نہیں ہو گئے

سراٹے خانم۔ (ہنسنے پر) امیر گورکان جو ادھی دنیا نچ کر چکا ہے  
 کیسے بڑھا ہو سکتا ہے۔۔۔ اور ابھی تو ادھی دنیا  
 باقی ہے۔ جو حضور کے قدموں کے نقش سے خالی

ہے۔۔۔

تیمور۔ تم ٹھیک کہتی ہو سراٹے خانم۔ ابھی ادھی دنیا

باقی ہے۔ جو ہمارے قدموں کے نقش سے

خالی ہے۔۔۔ (ہنستا ہے) جو ادھی ایک دفعہ

پاؤں رکاب میں رکھتا ہے اسے کاٹھی پر بیچنا ہی

پڑتا ہے۔۔۔ ابھی تو ہم نے رکاب ہی میں پاؤں

رکھا ہے۔ کاٹھی پر سنبھنا ابھی باقی ہے۔  
 سرائے خاتم۔ کاٹھی حک چیں ہی ہو سکتی ہے۔ دشت خانا  
 کے خواب آپ یوں ہی نہیں دیکھتے رہے۔  
 تیمور۔ تم بلا کی زیرک ہو سرائے خاتم۔ کئی دنوں سے  
 ہم خانان چنگیزی خواب میں دیکھ رہے ہیں۔  
 جانتی ہوں تم یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے بڑے بڑے لشکر  
 حک خطا چین میں پہنچے تھے۔ کل رات ہم نے  
 اپنے والد صاحب کو دیکھا تھا۔ وہ مجھ سے کہہ  
 رہے تھے۔

سرائے خاتم۔ (دوپہی لیے ہوئے) کیا کہہ رہے تھے۔  
 تیمور۔ انہوں نے اپنے قبیلے کے فوجی امیروں کی داستانیں  
 مجھے سنائیں۔ کہ کس طرح مویشیوں اور لشکروں کو  
 ساتھ لے کر وہ گشت کیا کرتے تھے پہاڑوں پر  
 جب برف گرتی تو نیچے اتر آتے۔ ایسے جب برف  
 چلتی تو پھر پہاڑوں پر پہنچ جاتے۔ کادواں کی ٹرکوں  
 پر کہیں گاہوں میں بیٹھ جاتے۔ اور اپنے جھنڈے

کے سائے میں جس پر سینگ بنے ہوتے تھے  
 چلتے چلتے ملک خطا میں تک پہنچ جاتے۔ پورا  
 قبیلہ پانچ سو میل کی کرہستانی زمین پر دو دو چھینے  
 تک میرو خشکاری میں مصروف رہتا — انہوں  
 نے سپید گھوڑوں کی قربانی کا بھی ذکر کیا۔ جو قبیلے  
 کے سردار کی قبر پر ذبح کئے جاتے تھے — یہ  
 گھوڑے آسمان کے دروازے میں جہاں خصال کے  
 ستارے روشن ہوتے ہیں داخل ہو جاتے تھے  
 تاکہ ان روحوں کی خدمت کریں جو آسمانوں سے  
 بھی اور کسی طبقے میں رہتی ہیں۔

پھر انہوں نے ملک خطا کی ان شہزادوں  
 کا نام لیا جو اپنے ملک سے خاندان تاندر کے پاس  
 بیابانی آئی تھیں۔ اور چین میں حریر و کتان اور عاج  
 کی چیزیں گاڑیوں میں بھر کر ساتھ لائی تھیں —  
 پھر انہوں نے مجھے یہ بھی بتایا کہ طغر مند خانان تاندر  
 جس پیالے سے منہ لگا کر گھوڑی کا دودھ پیتے تھے

وہ دشمن کی کھوپڑی کا ہوتا تھا۔ اور اس پر سرتا  
منہ ڈھا ہوتا تھا۔ (توقف کے بعد) سرائے خانم۔  
دشتِ خام کا اب ایسا تصور بند چلے۔ کہ ایک  
لحظہ کے لئے بھی یہ دماغ سے نہیں نکلتا۔

سرخانم۔ ہندوستان کی حکومت آپ اپنے پوتے محمد سلطان  
کے بجائی کے حوالے کر چکے ہیں۔ اور خراسان کی  
حکومت شاہ رخ کو دے چکے ہیں۔ آپ کی پریشانی  
اب بہت حد تک کم ہو گئی ہیں۔ ملک چین پڑھائی  
کر دیجئے۔

تقیور۔ یہی سوچ رہے ہیں — فقط یہی ایک سلطنت  
ایسی رہ گئی ہے جو ہمارا مقابلہ کر سکتی ہے۔ یعنی  
جس کو زیر کرنے میں ہم خوشی محسوس کر سکے ہیں

کسی سردار یا امیر تقیور نے اپنے اس قصد کو ظاہر نہ کیا جاسکے گا نادر  
تھا۔ اسلئے مجبور ہو کر جس قدر فرج تبریز کی چھاؤنی میں تھی وہیں رہنے دی  
لڑائیوں سے جو انتظام درہم برہم ہو گیا تھا اس کی درستی کے لئے تبریز میں



کچھ دیر قیام کیا۔ لیکن بہار کے آتے ہی جب زمین پر سبزہ نمودار ہونے لگا۔ وہ مشرق کی طرف سمرقند جانے کی خاطر اپنے لشکر اور مارے بہار سمیت روانہ ہو گیا۔ اگست کے مہینے میں سمرقند آکر باغ — میں ٹھہرا جامع مسجد جوئی قتی بن کر تعمیر ہوئی مثنیٰ اسکا معائنہ کیا۔

تیمور — (غصے کی حالت میں) ..... میر عمارات کو ابھی تک ہماری خدمت میں کیوں حاضر نہیں کیا گیا۔

(وقف)

تیمور — ہم نے تم سے کچھ کہا تھا شاہ ملک ۔  
شاہ ملک ۔ حضرت صاحبقران گورگان اعظم کے حکم کی تعمیل ہو ابی چاہتی ہے — میر عمارات بس اب حاضر ہو ابی چاہتے ہیں ۔

تیمور — اس نابکار نے مسجد کا ستیاناس کر دیا ہے ۔  
ہمارا خیال تھا کہ وہ اپنے فن میں خوب مہارت رکھتا ہو گا۔ مگر اس کی بنائی مسجد دیکھ کر یہیں معلوم

ہوا۔ کردہ فن تعمیر میں محض کورا ہے — اس کمبٹ  
 نے اندر کے دالانوں کو زیادہ وسیع کیوں نہیں کیا  
 — محمد جلد کہاں ہے ؟ — یہ سب اسکی غفلت  
 کا نتیجہ ہے۔ ہم نے تعمیر کا یہ تمام کام اسلئے اُس  
 کے سپرد کیا تھا۔ کہ وہ اپنی نگرانی میں ہماری مرضی  
 کے مطابق مسجد بنوائے مگر وہ بالکل نااہل ثابت  
 ہوا ہے۔

چوہدریلار۔ حضور محمد جلد قدم لوسی کا اجازت چاہتے ہیں۔  
 ٹیمپور۔ حاضر ہونے دو — (وقف)۔ .... بہادی بگھ  
 میں نہیں آتا کہ اس نے دالانوں کو زیادہ وسیع کیوں  
 نہیں کیا —

محمد حبیلد۔ غلام کورنش بجا لاتا ہے۔ حضرت صاحبقران۔  
 ٹیمپور۔ تہناری کورنش قبول نہیں کی جاسکتی۔ اس لئے  
 تم نے ہمارے احکام کے مطابق مسجد تیار نہیں  
 کرائی — تم نے یقیناً اپنی مرضی کو ہمارے احکام  
 پر ترجیح دی ہے۔ اور ایسی عدول حکم کی سزا تم

جلتے ہی ہر۔ بہت کڑی ہرا کرتی ہے۔

محمد حبیب۔ مگر عالی جاہ.....

تیمور۔ ہم کوئی عذر سننے کے لئے تیار نہیں۔ ہم

تمہیں اس مسجد کا نقشہ اچھی طرح سمجھا چکے تھے

جو ہم نے ہندوستان دیکھی تھی۔ اسی نقشہ

کے مطابق تمہیں ایک مسجد سمرقند میں تیار کرنے

کے لئے ہم نے حکم دیا تھا۔ اس کا تمہارے

پاس کیا جواب ہے۔ کہ دالان اتنے چھوٹے کیوں بنوائے

گئے ہیں؟ کیا تم اس کام کو جس کا ہم نے کل

معائنہ کیا ہے۔ صنعت عمارت گری کے معراج سمجھتے

ہو۔ کیا اس قسم کی عمارت پیش کر کے تم

ہمارے داد کے طالب تھے؟۔

محمد حبیب۔ عالی جاہ۔ غلام کا اب یہی خیال ہے۔ چاہے وہ

غلط ہی ہو۔ کہ یہ مسجد ہمارے محفلوں کی صنعت کا

بہترین نمونہ ہے۔ غلام اگر اس خیال کے

ماتحت داد کا طالب ہو تو تصور اس خیال کا ہے۔

تیمور نے بڑا خیال تھا اے ۔ اور ابھی تک اس خیال کو  
اپنے دماغ میں پرورش کر رہے ہو۔ اس نے تم  
اور تمہارا خیال دونوں ہمیشہ کے لئے مٹ جانے  
چاہئیں — تم اب جا سکے ہو۔

محمد جلد - بہت اچھا عالی جاہ  
(وقفہ)

تیمور - شاہ ملک -

شاہ ملک - ارشاد حضرت صاحبقران -

تیمور - محمد جلد کی تمام جائیداد املاک گورگان اعظم کے  
حق میں ضبط کر لی جائے -

شاہ ملک - حضرت صاحبقران کے حکم کی تعمیل ہو جائے گی -

تیمور - اور محمد جلد کے لئے ہم موت کی سزا تجویز کرنے

پس - کہ وہ اسی لائق ہے -

اس زمانے میں تیمور نے ان وزیروں کا کام بھی دیکھا۔ جن کو اپنی حکم  
موجودگی میں وہ حکومت کا کام سپرد کر گیا تھا۔ کسی کو انعام دیا کسی کو پھانسی

پر بڑھایا۔ حقیقت یہ ہے کہ ملکہ وہ قوت حیرت انگیز ہوگی جس نے اس بڑھاپے کے جسم کو زندہ کر رکھا تھا۔ تیمور کو اس کی مطلق پرواہ نہ تھی کہ اب اس کا کیا وقت ہے۔ دو برس سے بصارت کم ہوتی جاتی تھی۔ آنکھوں کے پوڑے ایسے گرے رہتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا سورج ہے۔ عمر اس وقت ایک کم ستر کی ہو چکی تھی اس زمانے میں فرمان جاری کیا کہ ایک جشن جاری رکھا جائے۔ پورے دو مہینے تک اور کوئی کسی سے نہ پوچھے کہ یہ جشن کس تقریب میں کیا گیا ہے۔ چنانچہ بڑی شان اور بڑے اہتمام سے جشنوں اور ضیافتوں کا سلسلہ جاری ہوا۔ اور دو مہینے تک جب دہندہ لافناں سمرقند کے نیلگوں پہاڑوں کے پیچھے چھپتا تھا۔ تو تمام سمرقند ایک عالم جنات معلوم ہوتا تھا۔ جشن کا زمانہ ختم ہوا تو امیر تیمور نے شہزادوں اور امیروں کی مجلس منعقد کی۔

تیمور۔ (بلند آواز سے)..... ہم نے تمام ایشیاء کو سوائے چین خطائی کے فتح کر لیا ہے۔ ہم نے ایسے بڑے بڑے بادشاہوں کو سرنگوں کیا ہے۔

کہ ہمارے کارنامے دنیا میں ہمیشہ یادگار رہیں گے۔  
 — تم لوگوں نے بہت سی لڑائیوں میں ہمارا ساتھ  
 دیا ہے۔ اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ تمہیں فتح نہ ہوئی ہو  
 چین ہمارا دشمن ہے۔ اس کو فتح کرنے کیلئے بڑے  
 نقد اور بڑی قوت کی ضرورت نہیں — بس اب  
 تم ملک چین کو ہمارے ساتھ چلو۔ فتح و نصرت  
 ہمارے آگے آگے وہاں پہنچ چکی ہے — ہم  
 اپنے بزرگوں کی مزبورم اور دیوار چین سے ہونے  
 ہوئے ملک خطا میں پہنچیں گے — دولاکھ کا  
 لشکر سر قند میں جمع ہو جائیگا۔ اسے ہم مختلف  
 دستوں میں تقسیم کر دیں گے۔ اور ان چھاؤنیوں  
 کی طرف روانہ ہونگے جو چین کی سرحد کے کنارے  
 ہم نے بنوا رکھیں ہیں — جاڑے کے ختم ہونے  
 اور بہار کے آنے کا انتظار ہم مناسب نہیں سمجھتے  
 — بہار کا موسم وہیں چین میں ہم اپنی فتح کی  
 خوشی میں گزاریں گے — لشکر کے حصے کی مکمل

ہم خلیل سلطان کے سپرد کرتے ہیں۔ دوسرے  
 حصے کو جسے امیر زادہ محمد سلطان اپنے ساتھ لیکر  
 نکلا کرتا تھا ہم خود لے کر چلیں گے۔ رسد کاسان  
 بہت زیادہ ہونا چاہیے تاکہ سپاہ کے لئے کسی  
 چیز کی کمی نہ ہو۔

لشکر نے سمرقند کھار یا یعنی آب ذرا نشان عبور کیا۔ تیمور گھوڑے  
 پر سوار تھا۔ پہلو بدل کر اس نے شہر کی طرف دیکھا۔ مگر نظر اتنی ذرا ہی  
 تھی کہ اس کے برج اور مینار نظر آنے لگے۔ نومبر کا مہینہ تھا۔ جاڑ بہت  
 زود پر تھا۔ جب سمرقند سے آگے ایک پیادہ ڈرے میں سے گذر کر  
 لشکر آگے بڑھا تو برف گرمی شروع ہوئی۔ خیال کے ملکوں سے سرد ہوا  
 اٹھ اٹھ کر میدانوں میں شدت کے ساتھ چلنے لگیں۔ کہر اور کالے بادلوں  
 نے فضاء کو تادیک کر دیا۔ جب فوجیں کچھ اودا گے بڑھیں تو تمام  
 دنیا برف سے سپید نظر آئی۔ دریاؤں اور ندیوں کا پانی جم گیا تھا۔  
 سرنگوں پر برف کے تودے لگے تھے۔ آدمی اور گھوڑے سردی سے  
 مرنے شروع ہوئے۔

خلیل سلطان - برف سے محفوظ رکھنے کے لئے میں نے  
 تاشکنت کے پاس پھونس کے مکان بنوائے ہیں  
 میرا لشکر اپنی مکانات میں اترا ہے حضرت صاحبقران  
 ہمیں وہیں تشریف لے چلیں ۔

تیمور - بنیں امیر زادہ خلیل سلطان ہم جاکر نہیں جائینگے۔  
 خلیل سلطان - حضرت صاحبقران برف باری برف باری برف برف  
 حد تک زیادہ ہو گئی ہے ۔ گاڑیوں اونٹوں کی قطاریا  
 جو سپید زمین پر ایک لگیں معلوم ہوتی ہیں لگے  
 نہیں بڑھ سکیں گی ۔ سیر دریا آج کل بچ بستر ہے  
 تین گز موٹی برف اسکی سطح پر چلی ہوئی ہے ۔  
 تیمور - تو کیا ہوا ۔

خلیل سلطان - اس دریا کو عبور کرنا بہت مشکل ہے ۔  
 تیمور - مگر، ممکن تو نہیں ۔

خلیل سلطان - درست ہے حضرت صاحبقران مگر برف  
 کی ان سطحوں کو کاٹنا بڑا کٹھن کام ہے ۔ اس قدر سردی  
 ہے کہ درگوں میں خون منجمد ہوا جا رہا ہے ۔



تیمور۔ کئی سال ہوئے میرا وہ پر فرج کشی کے وقت  
 بھی یہیں ایسی ہی برقی سداں سے سالق ہوا تھا۔  
 مگر سفر پر بار جلدی رکھا گیا تھا۔

خلیل سلطان حضرت صاحبقران۔ میں ایک بار پھر عرض کرتا  
 جانتا ہوں۔ کہ سردی بڑی برہمی سے ہر چیز کو غارت  
 کر دینے پر تلی ہوئی ہے۔ برف بادی۔ ٹوالہ بادی  
 اور بادشوں کی انتہا نہیں رہی ہے۔ — — — — —  
 کی زرد روشنی برف کی سطح پر چمکتی ہے۔ مگر اس  
 میں حرارت نہیں۔ آپ نے جو مندے کے فیض  
 نصب کئے ہیں وہ بھی اس غضبناک سردی کا مقابلہ  
 نہیں کر سکے۔ — ہزاروں مویشی مر گئے ہیں سینکڑوں  
 سپاہی موت کی سرد آغوش میں سو چکے ہیں۔

تیمور۔ خلیل سلطان تم ہمارے بیٹے کے بیٹے ہو۔  
 پند و نصیحت کا یہ دفتر بند رکھو۔ — — —  
 ستم سے صاف ہو جائیں تو اپنی سپاہ کو فوراً اترالے  
 کر پنچو۔ — ہم اقرار میں کہہ دیر آرام کریں گے۔ اور

میار کے شروع ہوتے ہی جب سڑی میں قدامی  
تختیف ہوگی آگے بڑھ جائیں گے۔

اس حکم کے مطابق مدفع سن چودہ سو پانچ کا آنا تھا۔ کہ تیمور کا لشکر  
اٹھا اور چلا۔ پرچم لہرائے اور پھر رے لڑنے لگے۔ گورکھ کی صدا بلند  
ہوئی۔ فوجوں نے معائنہ کے لئے صفیں باندھیں۔ ہزارہ جات کے فوجی  
نے اپنے اپنے نقارچوں کو جمع کیا۔ کد رات گزرنے پر نفیر و سنچ بجا کر صبح  
کی سلامی آدیں۔ نفیر کی آواز بلند ہوئی۔ کوس اور نقارے گرجنے لگے  
لاکھوں گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز بھی اس شور میں شامل تھی۔ یہ  
سلامی تو بے شک تھی مگر ان کی جودنیا سے چل بسے تھے۔ اترار میں تیمور  
کا انتقال ہو گیا۔ لشکر حکم کے مطابق شمال کی سرک سے حرکت میں  
آیا۔ شاہی علم کے سائے میں اوخلن، تیمور کا گھوڑا تیار کھڑا تھا۔ مگر اس  
پر کوئی سوار نہیں تھا۔ تیمور وقت نزاع کی حالت میں تھا۔

سر لے خام۔ میں نے حضرت صاحبقران کی علالت کی خبر سمرقند  
میں سنی بہت تیزی سے سفر طے کر کے اترار پہنچی ہوں۔

— حکیم صاحب فرمائیے اب ان کا کیا حال ہے ۔  
 فضل اللہ تبریزی ۔ ملکہ عالم حضرت صاحبقران کا مرض علاج  
 سے باہر ہے ۔

سر اے خانم ۔ تو کیا — تو کیا —

تبریزی ۔ مشیت میں کسی کو چارہ ہے — اب حضرت  
 صاحبقران کا وقت قریب ہے — ہزاروں جن  
 یہ غلام کو چکا ہے — بڑے بڑے نئے تجویز کر  
 چکا ہوں مگر کوئی افاقہ نہیں ہوا — ایک مقوی  
 سرق کشید کر دیا تھا ۔ اسکی کئی بوتلیں پلو اچکا ہوں  
 مگر جسم میں حرارت پیدا ہی نہیں ہوتی ۔ اب کچھ  
 دنوں سے قرآن خوانی اور دعائیں مانگے کا سلسلہ  
 جاری ہے ۔

(دوسرے کمرے میں)

تیمور ۔ (خمیف ادا زیں) شجاعت و مردانگی کے ساتھ  
 ہمیشہ تلوار کے نقشہ پر ہاتھ ہے ۔ آپس میں اتفاق  
 دیکھتی رکھنا ۔ نا اتفاقی میں تباہی ہے ۔ ملک خطا کی  
 ۳۴

زکشی ہرگز ہرگز ملتوی کرنا — سن رہے ہو۔

نور الدین - شاہ ملک - سن رہے ہیں حضرت صاحبقران -  
تیمور - جب میں مرجاؤں — تو کپڑے دھپاڑنا دیوانہ  
کی طرح بھاگتے نہ پھرنا۔ کیونکہ ایسی باتوں سے ریشائی  
اور بدنظمی پیدا ہوتی ہے — نور الدین - شاہ ملک

تم دونوں ذرا اور قریب آ جاؤ۔ (وقفہ)  
تیمور - قرب آ گئے — سنو — جہانگیر کے فرزند فقیر محمد  
کو میں اپنا جانشین مقرر کرتا ہوں۔ اسے سمرقند میں  
رہنا ہوگا۔ تمام لشکر اور دیوانی معاملات پر اسے  
پورے اختیار ہوں گے۔ میرا حکم ہے کہ تم سب  
اپنی تمام عمر اس کی تابعداری میں صرف کرنا۔ اسے  
تمام دود دراز کے ملکوں اور سمرقند پر حکومت کرنی  
ہوگی۔ اگر تم نے اس کی اطاعت نہ کی تو پھر اس کا  
نتیجہ تشویش و نزاع ہوگا۔

شاہ ملک - حضرت صاحبقران کی وصیت کے مطابق عمل ہوگا  
مگر عرض ہے کہ آپ اپنے اور پوتوں کو بھی طلب فرمائیں۔  
۴

تاکہ یہ احکام وہ بھی اپنے کانوں سے سن لیں۔  
 نیمحور۔ (اضطراب کے ساتھ)۔۔۔۔۔ بس یہ آخری  
 دربار ہے۔۔۔ خدا کر۔۔۔ خدا کو ایجنی  
 منظور تھا۔ (وقفہ۔ سرد آہ بھر کر) اس وقت لہور  
 کوئی تائبجز اس کے نہ تھی۔ کرا اپنے پوتے شاہ  
 رخ کو ایک مرتبہ دیکھ لیتا۔ مگر یہ ناممکن ہے۔

..... یہ ناممکن کا لفظ غالباً پہلی مرتبہ نیمحور کی زبان پر آیا۔  
 جس فولاد کی طبیعت نے زندگی کی راہ اس طرح طے کی تھی جیسے کوئی  
 سنگلاخ زمین پر بل چلتا نکل جائے۔ اس زندگی کے خاتمے کو بھی بلائے  
 دشکایت تسلیم کیا۔

# قلو بطرہ کی موت

قلو بطرہ دنیا کی حسین ترین عورت تھی۔ اس کا حق کئی انقلابوں اور  
خونریزیوں کا باعث ہوا۔ اس ساجرہ کے حسن و عشق کے قصے جہاں  
دیباغے نیل کے ملاحوں کو لڑ بڑا دیں۔ وہاں تمام دنیا کو بھی معلوم ہیں۔  
قلو بطرہ مصر کے نائنٹ بادشاہ بطلموس اولیت کی بیٹی تھی۔ یہ  
بادشاہ سنہ ۳۰ قبل مسیح تک حکمران رہا۔ اپنی سترہ برس کی جوان بیٹی قلو بطرہ  
کے سر پر اپنا رنگ خود وہ تاج رکھ کر اس نے دنیا کو خیر باد کہی۔  
حکمران مصر قلو بطرہ ناخون کی فاتح تھی۔ اس نے جولیس سیزر کو اور اس  
کی موت کے بعد مارک انطونی کو جس کے ہاتھ میں ان دفنوں دنیا کی باگ ڈور

نہی اپنے حسن و جمال سے سکھر گیا ۔

اس حسین قاتلہ نے انطونی کو تو ہمیشہ کے لئے تباہی کے سیلاب میں بہا دیا ۔ تاریخی واقعات بتاتے ہیں ۔ کہ انطونی نے اپنی بیوی اوتلیا کے ناپسندیدہ رویہ سے غیور ہو کر اس کے بھائی اڈکٹے دیانوس کی محنت توہین کی جس کا نتیجہ یہ ہوا ۔ کہ ان کے درمیان ایک وسیع علیحدگی پھیل گئی ۔ پارتنیوں پر فتح حاصل کر کے اڈکٹے دیانوس نے انطونی کے روم کو مکمل طور پر تاراج کرنے کی کوشش کی اور اسکندریہ کی پرانی عظمت کو زبردست دھکا لگایا ۔ اس نے صاف طور پر اعلان کر دیا ۔ کہ روم کی سلطنت کا اصل حق دار قلو بطرہ اور اسکا بیٹا سیزرین ہے ۔ ان حالات کے پیش نظر اڈکٹے دیانوس اور انطونی کی جماعتوں میں جنگ ہوئی تا کہ یہ تھی ۔ چنانچہ اکتی ایم کے مقام پر ایک معرکہ خیز جنگ ہوئی ۔ اس جنگ میں قلو بطرہ بھی شریک تھی مگر اپنی جلن بچا کر بھاگ نکلی اور اسکندریہ میں پناہ لی ۔ انطونی شکست کھا کر واپس چلا آیا ۔ جہاں اس نے اپنی وفادار قزاقوں کو دوبارہ جمع کرنے کی کوشش کی ۔

انطونی اور قلو بطرہ اب محسوس کرنے لگے تھے کہ انہوں نے ایک دوسرے کو سمجھنے میں غلطی کی ہے ۔ چنانچہ دونوں کے دلوں پر غم و الم کی

گھٹائیں چھا گئیں۔۔۔ لیکن ایک اکرزوا بھی تک ان کے دل میں باقی تھی  
 کہ انجام کار ان کا ملاپ ہو جائے۔

انطونی لیبیا سے ماسیدہ جو کرا سکنہ یہ آیا۔ اس اثنا میں ادرکتے  
 دیانوس کی فرجیں اسکندریہ کے دروازوں تک پہنچ گئیں۔

انطونی نے پھر ایک بار پھر اپنی کھوئی طاقت ادر دلیری سے کام  
 لیکر دشمن کا مقابلہ کیا۔ لیکن فرج نے اسکا ساتھ چھوڑ دیا۔ بالکل تنہا  
 دل میں ہزاروں حسرتوں کا خون لئے جب وہ اپنے محل میں آیا تو اسکا  
 نے خبر دی کہ تلویطرہ نے خودکشی کر لی ہے۔ یہ دراصل تلویطرہ کی  
 ایک چال تھی۔ اسے دھتکا کا انطونی اس کی عداوت پر خشمگین نہ ہو گا۔  
 لیکن تلویطرہ کو معلوم نہ تھا کہ اسکی یہ چال اس کے عاشق پر بہت  
 مہلک اثر کرے گی۔ انطونی دل میں بہت غم مند ہوا کہ ایک  
 عداوت کی محبت اس سے بڑھ گئی۔ چنانچہ جوش میں آکر اس نے اپنے  
 سینے میں تلوار بھونک لی۔

جب تلویطرہ کو اطلاع ہوئی تو اس نے بڑی غمناک سے اپنے  
 عاشق کو کہلا بھیجا کہ جس طرح ممکن ہو وہ اس کے پاس چلا آئے چنانچہ  
 انطونی کے لازم اپنے زخمی آٹا کر اسکا اس عداوت کے دروازے



تک اُسے جسیں قلوبطرحہ نے خود کو چھپا رکھا تھا۔ تلو بطرحہ نے خوف سے  
 دروازہ نہ کھولا۔ ایک کھڑکی سے نیچے رسیاں پھینکی گئیں۔ جن کی مدد سے  
 زخمی انطونی کمرے کے اندر لایا گیا۔

قلوبطرحہ۔ انطونی۔ انطونی۔ (دیر کر) — نیچے دشمن  
 کو پر کیا ہو گیا ہے — یہ ابو — یہ ابو — کوئی ہے  
 — کوئی ہے — اُس — اُس —  
 کچھ کرو۔ مقدس دیوتاؤں کی خاطر کچھ کرو۔  
 انطونی۔ یہ کون ہے — یہ کس کا ہاتھ ہے — تو زندہ ہے  
 — تو زندہ ہے — تلو بطرحہ — تو بچ بیچ زندہ ہے!  
 — اہ مری موت کو کس قدر صدمہ پہنچا ہے۔ وہ  
 مر رہا ہے۔ زندگی کی طرف دیکھ رہا ہے —  
 تلو بطرحہ۔ تلو بطرحہ۔

قلوبطرحہ۔ انطونی میں زندہ ہوں پر موت کی گود میں — تو  
 مطمئن رہ۔ تیری موت اکیلی سفر پر نہیں جائے گی۔  
 تو مجھ پر شک کرتا ہے انطونی — تو سمجھتا ہے

کہیں نے رٹائی میں تجھے دھوکا دیا — نہیں نہیں  
 — مقدس دیوتاؤں کی قسم نہیں — میں ڈر گئی تھی  
 جنگ کے میدان میں میری مدد کے قدم ڈھکڑا  
 گئے تھے — میں بھاگ نکلی — جان بچانے کے لئے  
 نہیں — خودکشی کرنے کے لئے — اسی لئے میں نے  
 تجھے اطلاع بھیجی — پر مجھے یہ معلوم نہیں تھا — کہ تو مجھ  
 سے پہلے اس راہ پر گامزن ہو جائے گا — جس پر تیری  
 مجبور چلنے کا ارادہ کر رہی تھی —

انطونی — جان من مجھے تجھ پر پورا بھروسہ ہے — چھوڑ  
 ان بیکار باتوں کو — زندگی اور موت کے درمیان  
 جب ایک مٹھی بھر ریت کا فرق رہ جائے تو ایسی  
 باتیں نہ کرنی چاہئیں — آؤ پیار محبت کی باتیں  
 کریں —

تلو بطرہ — (پھوٹ پھوٹ کر روتی ہے) — انطونی — انطونی  
 (تھوڑا وقفہ)

انطونی — تلو بطرہ یہ تو نے کیا کیا — اپنا سارا چہرہ میرے

خون سے تریز کر لیا۔ تیرے گالوں کی سرخی میرے  
خون کی شرمندہ احساس بینیں ہوئی چلیے۔ لا  
میں اسے پونچھ دوں۔

انطونی۔ میرا دم گھٹا جا رہا ہے۔ دنیا سکڑ رہی ہے۔  
تکو بطرہ۔ انطونی۔ مصر کے سداے مقدس دیوتا  
اپنی شہ نشینتوں میں اوندھے پڑے ہیں۔ میری  
پیکر کون سے گھا۔ کون سنے گا۔

انطونی۔ تکو بطرہ۔ ان باتوں کو چھوڑیں کا جواب بڑے  
بڑے کاہن بھی زچیکے۔ دند لگی گی یہ مختصر  
گھڑیاں جو موت نے بچھے بخشی ہیں نفضل باقوں  
میں ضائع نہ ہوں۔۔۔ جان میں۔ ابھی تک میرے  
پاس چہرے کے لئے ہونٹ حسن کا نظارہ کرنے کے  
لئے اٹکھیں، امد تیری نقری آواز سننے کے لئے  
کان موجود ہیں۔۔۔ ا۔۔۔ اس پرانی یاد کو تازہ  
کریں۔ جب اودی۔ اودی گھٹائیں جھرم کر آتی  
تھیں۔ امد تیرے بربط سے نغمے یوں اٹھتے تھے

جیسے وہ آئینہ شراب سے چنگاریاں — جب  
 تیرا آواز ہوا میں پسلیاں بجھرتی تھی — یاد میں  
 تجھے وہ درہائے نیل کی راتیں  
 (آواز ہلکی بجاتی ہے)

قلوبطرہ - (گھبرا کر) — انطونی —  
 (تقصیراً وقفہ)

انطونی - (برش میں آکر) — کیوں — نہیں بنیں —  
 میں زندہ ہوں۔ مجھے یاد ہے میں کیا کہہ رہا تھا۔  
 وہ یائے نیل کی راتیں صرف اس لئے خاموش ہوتی  
 تھیں کہ تجھے انطونی سے کچھ کہنا ہوتا تھا — جو  
 صرف اسلئے اندھیاری ہوتی تھیں کہ تجھے نقاب  
 ڈالنے کی زحمت نہ اٹھانی پڑے — مجھے یاد ہیں  
 مجھے یاد ہیں وہ راتیں جب تیری اجلی پیشانی سے  
 میں سیاہ زلفیں لیوں ہٹاتا تھا۔ جیسے یوغانوں  
 کی دہری ارد رازات کے سیاہ پردے ہٹا کر مشرق  
 کے روپے بھاٹک کھول دے — اے لیکن لب

اس یاد کا مفن جتنے والا ہے۔ اس سینے میں جو کہ  
 زخمی ہو رہا ہے۔ — قلوبطرہ۔ تیرا الطوفانی اب جہنہ  
 گھڑیوں کا بہاں ہے۔

قلوبطرہ۔ (چلا کر) — الطوفانی — الطوفانی — میرے  
 مالک تیری کنیز کے دل میں آتی طاقت نہیں کر وہ  
 ایسے دکھ بھری باتیں سن سکے۔ — قلوبطرہ کے  
 سینے میں عورت کا دل ہے۔ — الطوفانی۔

الطوفانی۔ جب الطوفانی مر جائے تو صبر کرنا اور زندہ رہنا۔  
 قلوبطرہ۔ (چلا کر) ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔ — قلوبطرہ کی  
 زندگی تیری زندگی سے وابستہ ہے۔ مایوس نہ ہو  
 پیارے کیا پتہ ہے۔ کر رہ زخم اچھے ہو جائیں۔

الطوفانی۔ (دکڑا کر) ان نئے زخموں نے پرانے گھاؤ  
 بھی ہرے کر دیئے ہیں۔ میرے جسم سے اب  
 خون کے آخری قطرے نکل رہے ہیں۔ لیکن کیا یہ  
 حیرت کی بات نہیں کہ وہ شخص جو لوہے اور لہو سے  
 کیسا رہا۔ جس کا اور مٹنا بچھونا جنگ کا میدان تھا۔

آج میدان جنگ میں کسی حریف کے ہاتھوں مرنے  
 کے بجائے ایک حسین عورت کے فانی پر سر رکھ کر بلبل  
 دے رہا ہے۔ جنگ جو سپاہی ہونے کی حیثیت  
 سے لے کر یہ موت پسند نہیں۔ اس لئے کہ کسی کشتہ کشا  
 فاتح کو ایسی موت زیب نہیں دے سکتی۔ لیکن  
 چونکہ میں جنگی سپاہی کے مقابلے میں عاشق زیادہ ہوں۔  
 اس لئے یہ موت میرے لئے باعثِ راحت ہے۔  
 مجھے یہ المیناں قرضیب ہے کہ میں تیرے لئے سرا  
 اہوں۔ صرف تیرے لئے۔ تلوار بطرہ۔ تلوار  
 تلوار بطرہ۔ انطون۔ انطونی۔ (جھلاکت ہے)۔ انطونی  
 — اٹھس۔ اٹھس میری دنیا تاریک ہو گئی۔  
 — میں اجر گئی۔ برباد ہو گئی۔

شہر پر اب اوکے تو یانوس کا قبضہ تھا۔ انطونی کی فوج نے ہتھیار  
 ڈال دیئے تھے۔ اس کے علاوہ کوسما کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔  
 اوکے تو یانوس نے تلوار بطرہ کو گرفتار کرنے کی غرض سے ایک فوجی ہتھیار

گلاس کو روانہ کیا۔ اس کی خواہش تھی کہ قلوبطرہ زندہ گرفتار کر کے اس کے حضور میں پیش کی جائے۔ مگلاس اس بہم میں کتنا کامیاب ہوا۔ اس کے متعلق تاریخ سے یہیں معلوم ہوتا ہے کہ باتیں کرتے کرتے وہ کس چلے سے قلوبطرہ کو دروازے کے پاس لے آیا۔ اس اثناء میں تین آدمی کھڑکی کے ذریعہ سے عمارت میں اترے اور قلوبطرہ سے وہ خنجر چھین لیا۔ جسے وہ ہاتھ میں لئے کھڑکی تھکی۔ اس نے یہ ارادہ کر رکھا تھا کہ اگر کسی نے اس کو گرفتار کرنا چاہا تو وہ خنجر سے اپنا کام تمام کر لے گی۔

قلوبطرہ کو معلوم تھا کہ اس کے ساتھ کس قسم کا سلوک کیا جائیگا۔ اس نے جب یہ سنا کہ وہ جلاوطن کر دی جائے گی۔ تو اس نے اجازت طلب کی کہ اسے انطونی کی قبر کی زیارت کرنے دی جائے۔ یہ اجازت اسے مل گئی۔ چنانچہ آٹھویں بار وہ چند سپاہیوں اور ایک دو سیلیوں کے ساتھ انطونی کی آرامگاہ کی طرف روانہ ہوئی۔

قلوبطرہ۔ (دردنی آرزو میں) — انطونی — قبر کی گہرائی سے

نکل آ — تیری قلوبطرہ آنکھوں میں آنسو۔ دلیں

غم اور جگر میں کٹی ہوئی تیرے پاس آئی ہے۔

وہ مغموم ہے — بے حد مغموم ہے انطونی —

تیری موت اس زندگی پر ایسے نقش چھوڑ گئی ہے۔  
 جو کبھی نہیں مٹیں گے۔ — تجھ سے اس نے کچھ  
 محبت کی۔ صرف تجھ ہی کو اس نے وہ گود دیا جس کو  
 حاصل کرنے کے لئے فرشتے بھی آسمان پر ترپتے  
 ہوں گے۔

(بھوٹ بھوٹ کر رہتی ہے)

نحوہ۔ لیکن — لیکن میں تیری قاتل ہوں — میں  
 نے ہی یہ منوں میں تیرے سینے پر ڈالی ہے۔  
 تیری زندگی پر موت کا بھاری پتھر میں نے ہی لگا  
 ہے۔ — میں زندہ ہوں لیکن اکیلی — تیری  
 قبر کی تنہائی اس تنہائی سے کم خوفناک ہے۔  
 جس میں کہ میں لپیٹ ہوئی ہوں — تو مردہ ہے  
 لیکن ایک نئی زندگی کے راستے پر گامزن ہے  
 — میں زندہ ہوں لیکن موت کی تمنا نہیں کر  
 سکتی۔ وہ میری موت نہیں چاہتے۔ زندہ گی  
 چاہتے ہیں۔ زندگی جو کہ مسلسل موت ہوگی۔ —



اے انعام کرنے والے ۔ اب کہ قنوت کی مغرض  
 میں بے خبری کی نیند سوتا ہے ۔ مجھ پر طرح طرح  
 کے مظالم ڈھائے جا رہے ہیں ۔ قدرت کی قسم  
 ظرافتیں دیکھ تو روم ہے اور مصر میں مدفن ہے  
 میں مصری ہوں اور روم میں دفن کی جاؤنگی —  
 الطوف — الطوف — اس بیکسی کے عالم میں  
 تجھ میں کچھ نند نہیں کر سکتی — میری زندگی حائر  
 ہے جس کے ہر ذرے پر تیرے ہوسے اور  
 استوچک رہے ہیں — اب تیری کنیز کے دل  
 میں کوئی تمنا ہے تو صرف یہ کہ مرے بعد اے  
 تیرے پہلو میں دفن کیا جائے — کیا میری  
 یہ خواہش پرری ہوگی — میں کچھ نہیں کہہ سکتی  
 — کچھ نہیں کہہ سکتی —

اوسکے ویانوس نے حکم دے رکھا تھا کہ ملکہ پر سخت پیرہ رہے  
 تاکہ وہ خودکشی نہ کرنے پائے — اس کا ارادہ تھا کہ قیدی بنا کر

قلوبطرہ کو روم لے جائے۔ اور رماں اپنی نفع کی خوشی میں ایک خندانہ  
جلوس نکالے۔ اس جلوس میں وہ قلوبطرہ کو نہ نچیریں پہنا کر اپنے جلوس  
میں رکھیں۔ مگر ملکہ مصر کو یہ بے عزتی منظور نہ تھی۔

قلوبطرہ اس عمارت میں جو کہ اس نے خاص طور پر اپنے لئے ہی  
آئیسس کے مندر کے پاس بنوائی تھی نظر بند تھی۔ اس کے ساتھ  
اس کی دو خواہیں تھیں۔ اٹریس اور شارمین۔

(اٹریس ملکہ مصر کو یہ گیت سنا رہی ہے)

لے نیل کی رانی

رنتار میں اُڑتے ہوئے بادل کی رانی

ہونٹوں کے خوں پر شفق آلود سا پانی

لے نیل کی رانی

سینہ ہے کلہروں پہ گنول تاج بچے ہیں

زلفیں ہیں کہ لہراتی ہے سامن کی جوانی

لے نیل کی رانی

قلوبطرہ۔ (اکا کر) ..... بند کر۔ بند کر۔

اس گیت کو — موت کو ایسی لوریاں نہ سنا۔

آنے دے اے — آنے دے۔

اٹریس — ملکہ مصر کی طبیعت آج نامساعد معلوم ہوتی ہے۔

فلو بطورہ۔ (ہنسنی ہے) ملکہ مصر — میرا مذاق اڑاتی ہے

اٹریس؟ — تیری اس ملکہ سے تو وہ بالہنسی

بجانے والی چھو کر بال ہزار درجے بہتر ہیں جو اپنا

گلاب چاہیں کاٹ سکتی ہیں۔ ملکہ مصر سے

تو وہ کبیاں بڑے آرام اور سکون میں ہیں

جو اسکندر یہ کی گلی کو چوں میں راہگزاروں سے

آنکھیں ڈراتی ہیں۔ کیا واقعی میں ملکہ ہوں —

کیا واقعی میں مصر کی وہ سرکش حکمران ہوں جس کا

غلام بننے میں انطوق جیسے فاتح نے فخر محسوس

کیا — کیا سچ مچ میں وہی مباراتی ہوں جس کے ارد

کے ایک اشارے پر ہر شے جیسا باغی ناچا کیا،

کیا میں وہی حسینہ ہوں جس کی ایک امانے میرز

کو تمام جنگی دائرہ بھلا دیئے — نہیں نہیں

میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ صرف ایک عورت باقی  
 رہ گئی ہوں۔ جو رومیوں کے خوف سے چہ میا کی  
 مانند اپنے بل میں دہکی بیٹھی ہے۔ میں منقریب  
 گرفتار کرنی جاؤں گی۔ میرے ان گرے گورے  
 ٹخنوں میں جن پر سونے اور چاندی کے خلائل چھیننا  
 نہیں بچا رہ کرتے تھے۔ لہے کی موٹی زنجیریں پہنا  
 کردہ مجھے روم کے بازاروں میں پھرائیں گے۔ مجھے  
 نشانہ کر دیا جائے گا۔ روم کے کچھڑوں اور جاموں کی  
 آنکھیں بھی اس حسن کا نظارہ کریں گی۔ جواب تک  
 صرف چند خوش نصیب لوگوں تک محدود رہا ہے  
 روم کا بچتا ہوا سورج میرے اس گدھے ہوئے  
 جسم کی تمام رعنائیاں جسم کر دے گا۔ —  
 — کیا حکم ایسی ہی بد نصیب عورتوں کا نام ہوتا  
 ہے —

(وقف)

کیا اس دولت سے بچنے کی کوئی ترکیب نہیں۔۔۔

شاریں - جان امان پاؤں تو کچھ عرصہ کر رہا  
 قلو بطرہ - (ہنس رہی ہے) . . . . . جان کی امان — کہہ دیجئے  
 کیا کہنا ہے — شاریں تیری ان سیاہ آنکھوں  
 میں آنسو آج ایسے چمک رہے ہیں - جیسے کالی  
 گٹاؤں میں پانی — بتا دیجئے کیا کہنا ہے -  
 شاریں - ملکہ مصر، ملکہ مصر ہی رہے گی — اس کے  
 دشمنوں کو اپنے ارادے میں ناکامی کا منہ دیکھنا  
 پڑے گا -

قلو بطرہ - کیسے — کیسے شاریں جلد بتا کیسے ہو سکتا  
 ہے -

شاریں - میرے منہ میں خاک — اگر ملکہ کو دشمن ذلیل  
 کرنے ہی کا ارادہ رکھتے ہیں تو بہتر ہے کہ —  
 قلو بطرہ - لیکن یہ کیونکر ہو سکتا ہے — تو ٹھیک کہتی ہو -  
 شاریں - اس ترکیب سے ملکہ ملکہ ہی رہے گی -  
 مرتے دم تک اس کی شان میں فرق نہیں آئیگا -  
 لیکن تو جانتی ہے ہم پر کتنی کڑی نگرانی کی جا رہی ہے

— فرشتہ موت کے پردوں کی پھر پھر اسٹ اگر  
 پہرہ داروں نے سن لی تو معلوم ہے تجھے اذیت  
 دیاتو س میری اولاد کے ساتھ کیسا سلوک کرے گا  
 — اور تو جانتی ہے اگر میں اپنی کوشش میں  
 ناکام رہی تو وہ موت کے دروازے ایک درجے  
 تک مجھ پر بند کر دیگا — وہ مجھے اُستہ اُستہ  
 مارنا چاہتا ہے — مگر ایسا نہیں ہو نا چاہئے  
 بقول تیرے اس کو اپنے ارادوں میں ناکامی  
 ہونی چاہیئے — اٹرس — اٹرس —

اٹرس — ارشاد۔

قلو بطرہ — مجھے ایک ایسا سانپ چاہئے جو صرف  
 ایک بار ڈسنے سے مجھے موت کی نیند سلا دے  
 کیا اسکندریہ کے سپرے تیزی کالی زلفوں  
 کے بدلے تجھے ایسا سانپ نہیں دیں گے۔

اٹرس — کینیڈ کوشش کرے گی۔

قلو بطرہ — اور دیکھ یہ سانپ اس لمحہ پر میرے پاس لایا

جائے کہ پہرہ دار دیکو بالکل شک نہ ہو۔  
 اُٹھیں۔ نوٹھی ہو شیدائی سے کام لیگی۔  
 تلو بٹہ۔ شاباش اُٹھیں شاباش۔ تیری ملک کی موت ہمیشہ  
 تیری احسان مند رہے گی۔ اب ترجہ اور اپنا کام  
 کر۔ میں اس کرے میں تیرا انتظار کرونگی۔  
 (شارمین بربط کے تاج پھیرتی ہے)  
 تلو بٹہ۔ شارمین چھوڑ اس بربط کو۔۔۔ جامیرے  
 غسل کا سامان تیار کر۔ میرا بہترین لباس نکال  
 ۔۔۔ میرا بسم آج قیمتی عطروں میں بسا دے  
 ۔۔۔ ملک، ملک ہی رہے گی۔ اس کا وقار کبھی  
 اس رومی کتے کے آگے گھٹنے نہیں ٹیکے گا۔  
 جامیری موت کے استقبال کی تیاریاں کر۔

---

تلو بٹہ نے غسل کیا۔ شارمین نے اس کو خوشبوؤں میں لپیٹ دیا۔  
 جو لباس اس نے موت کا استقبال کرنے کے لئے پہنا بہت مہین اور خوش  
 رنگ تھا۔ سر پہ تاج تھا جس پر گدھ بنا ہوا تھا۔ گدھ کے پھیلے ہوئے پر

قلو بطرہ کے کانوں کو دھسا چپے ہوئے تھے — رہ بلا کہ حسین نظر آ  
رہی تھی۔

قلو بطرہ - شارہ میں رُوحِ آ — اِدھر آ۔ امدان ایلی اور  
بدست را شکر و نکی داستانیں سنا جو اسکندر کی گزند  
گاہوں پر حسن و عشق کا جھوٹا ڈگر تھی رہتی ہیں —  
ان الہڑ چیل چیل کی کم سن بانسری بکبانے والی  
جھوٹ کر یوں کی باتیں کر جو مصر کے باشندوں میں اپنی  
جوانی کے راگ الاہتی پھرتی ہیں — دیوری شہر  
کے مندر میں جانے والی ان کنواروں کے رنگین  
فسانے سناؤ جن کی جوانیاں پھٹ پھٹنے والے  
جام میں۔ مصر کے ان عشق پیشہ فرماؤں کی کہانیاں  
بیان کر جن کے لبادوں کی ہر شکن میں کئی کئی کیک پائیں  
اٹکی رہتی ہیں۔

شارہ میں - کیز کو گمانے کے سوا اور کچھ نہیں آتا۔  
تو اسٹاربط اور ایک ایسا بیت سنا کہ فرشتے بھی  
نہ



آسمان کی کھڑکیاں کھول دیں ۔

(خارمین پر گیت گاتی ہے)

پل پل تارے ٹوٹ رہے ہیں کیوں تیرے تین سے ۔

..... میری راجکاری

اگلے بجے تو راکھ سے کھیلو۔ راکھ بجے تو من سے

..... جیل کھیل ہو ساری

دھونڈھے سے رستہ نہ لے تو راہ میں ہنسنا لگاتا۔

..... دنیا گیت ہو گئی

دکھ ہی دکھ ہیں جب قسمت میں دکھ سے من پر جانا

..... اپنی ریستہ سبھی

غینہ نہ اُٹے تو راتوں کو تارے گن گن کاوڑ۔

..... اُن یاروں سے

کانٹھوں پر نہیں سنس کر لیٹر ۔ اور یوں ہی دن کاوڑ

..... یوں پیارے پیارے

پل پل تارے ٹوٹ رہے ہیں .....

قلو بطرہ ۔ کتنا حسین گیت ہے ۔ کیسی دککش آواز ہے ۔

آنسوؤں کی انوکھی دنیا اس میں آباد ہے۔۔۔ (رنگ)  
 — شاربین — شاربین — ترکبان ہے — اے  
 میری چھاتی سے چٹ جا — بادل چھا رہے ہیں۔  
 — (بادل گر جتے ہیں)۔۔۔ تار کی پھلتی جا رہی ہے  
 — اب مجھے جانا ہو گا — اب مجھے جانا ہو گا۔

آنرٹس — ملکہ مصر کے سفر کا سامان تیار ہے۔  
 قلوب بطرہ — تراگئی — تراگئی آنرٹس — لے آئی وہ سب  
 — کہاں رکھا ہے تو نے اُس — (پردہ قاری)  
 (میں) — ملکہ مصر کا سامان سفر تیار ہے۔ لیکن  
 جلدی کیا پڑی ہے۔ ملکہ جب چاہے گی سفر اختیار  
 کریگی — میں ملکہ ہوں کیونکہ نہیں آنرٹس..... تو  
 جانتی ہے۔ میرے سر پر گدھ کی شکل کا تاج ہو گا۔  
 گدھ کے پھیلا ہونے پر دوں کے نیچے میرے کان چھے  
 ہوں گے۔ بادل برسیں گے۔ بھی چکے گی۔ اس شان  
 سے تیری ملکہ کی سوان نکالے گی۔ اس شان سے  
 اس کی موت کا رتھ آسمان کی جانب روانہ ہو گا۔ جہاں

چاندنا پتے سیں حال میں تلمے اس کی خدمت  
 میں پیش کرے گا۔ چلو آؤں چلو۔ میرا  
 وقت بہت قہمی ہے۔

آؤں۔ ملکہ مصر کے لئے یہ لونڈی نامہ نہیں کی ایک ٹوہری  
 نذر کے طور پر ملائی ہے۔

قلو بطرہ۔ اسکا ڈھکنا اٹھاؤ۔

آؤں۔ (ڈھکنا اٹھاتی ہے) پہرہ دلوں کی نگاہیں ان  
 خوش رنگ پیلوں کے غچے لگے ناگ کو نہیں دیکھ سکیں  
 جو مصر کا سب سے زہریلا سانپ ہے۔

قلو بطرہ۔ سب سے زہریلا سانپ۔ (آہستہ آواز میں)۔

تجھے یقین ہے کہ اسکا زہر واقعی بڑا مہلک ہے؟

آؤں۔ لونڈی کو اسکا یقین ہے۔ مگر آپ کو۔

(سانپ پھنکار کے ساتھ آؤں کو ڈوستا ہے مائوس

گر پڑتی ہے)

قلو بطرہ۔ ٹوہری بند کر دے شامین۔ ٹوہری بند کرے۔

۔ آہ! غریب آؤں سرگئی۔ شامین! یہ ٹوہری

مجھ دے۔ میری کینز میری راہ دیکھتی ہوگی۔ میں  
 اسے زیادہ دیر تک انتظار میں نہیں رکھنا چاہتی۔  
 آہ! ان نامہنجیوں کی خوشبو کتنی پیاری ہے —  
 (وقف)

سورج غروب ہو رہا ہے۔ کالی گھٹائیں چھا رہی  
 ہیں۔ میں دعا مانگنا چاہتی ہوں شاربین۔ میں دعا  
 مانگنا چاہتی ہوں — لیکن مجھ سے نوسارے  
 دیر تا ناخوش ہیں —

(دُور سے عبادت گاہوں سے زنجی اور زینگے کی  
 ہلکی ہلکی آواز آتی ہے)

قلو بطرہ۔ آہ! — یہ زینگے اور ترقی کی دھیمیں دھیمیں آواز  
 کتنی خوشگوار ہے — آج دریائے نیل بھی کتنا  
 نکھر رہا ہے — شاربین میری قیمت کی ساری  
 داستانیں اس دریاہ کی لہروں میں لپیٹ ہوئی ہیں۔  
 — الوداع نیل کی بل کھاتی ہوئی لہروں والو داغ  
 — ریت کے ٹیلے کے پیچھے چھپنے والے سورج

الوداع — ریگستان میں ابراقی ہوئی پکڑ نہ دیو  
 الوداع — کھجور کے لائے لائے درخت میرا  
 سلام قبول کر۔ گھاس کی کانپتی ہوئی پتھر میرا  
 سلام لو — قلو بطرہ زندہ گی سے پیار ضرور  
 کرتی ہے پر موت سے ڈرتی نہیں — موت  
 آہ ! ایسے حالات میں موت کا ذائقہ کتنا شیریں  
 ہوتا ہے۔

دھڑکی کا ڈھکنا کھولتی ہے بسا پ لے ڈھکنا  
 شاربین الوداع —  
 (قلو بطرہ ملکہ مسعد میں پر گر پڑتی ہے۔)

# نپولین کی موت

سن اٹھا رہ سو اکیس۔ اپریل کی انتہیں تاریخ..... رات کے دو بجے ہیں۔ لانگ وڈ کے سارے آدمی جاگ رہے ہیں۔ سب بامی بامی اس آدمی کی تیار داری کر رہے ہیں۔ جو بستر پر اپنے آخری سانس لے رہا ہے۔ شہنشاہ نپولین جس ایک بار کہا تھا: میں وہ چٹان ہوں جسے فضا میں پھینک دیا گیا ہو، بھرا دتیانوس کے ایک چھوٹے سے ٹاپر سینٹ ہلینا میں بستر مرگ پر پڑا ہے۔ موت کے سب سے بڑے بیوپاری کے سر پرانے اس کی اپنی موت کھڑی ہے۔ یورپ کے اس عالی رتار حکمران پر ہنر بیان کی کیفیت طاری ہے۔

نپولین - (ہندیانی کیفیت میں) ... ڈاکٹر بیکیسٹر ...  
 ڈاکٹر بیکیسٹر ... کہاں ہے ڈاکٹر بیکیسٹر ...  
 تم آگئے ... کہاں ہو تم ... ادھر آؤ ڈاکٹر  
 ... ادھر آؤ ...

مارشال - عالی جاہ - ڈاکٹر بیکیسٹر کیا نہیں ہیں ... عالی جاہ!  
 نپولین - ڈاکٹر تم ہماری بات کیوں نہیں مانتے ہم بیمار ہیں۔  
 سخت بیمار ہیں۔ کتنے تعجب کی بات ہے! ہم بیمار  
 ہیں — یہ دیکھو ہماری بیماری کے مطلق چھپے  
 ہوئے بلٹین۔ کیا اب بھی یقین آیا — کیا تمہیں  
 قید خانے کے داروغہ نے ہماری نگرانی کے لئے  
 نہیں بھیجا — ہیں تمہاری بات سنائی نہیں دیتی  
 ذرا اونچی بلو ڈاکٹر بیکیسٹر۔

مارشال - عالی جاہ! زیادہ گفتگو نہ کریں۔ ڈاکٹر بیکیسٹر ملاحظہ  
 چلے گئے ہیں۔

نپولین - تم ٹھیک کہتے ہو — تم ... ٹھیک ... کہتے  
 ہو ... (آواز دھیمی ہو جاتی ہے)

دارشان اور انطو مارشے آپس میں اکہستہ اکہستہ

باتیں کرتے ہیں)

مارشان - رات بھر ڈاکٹر بیکسٹر کو بلاتے رہتے ہیں۔

انطو مارشے - تعجب کی کوئی بات نہیں۔ شہنشاہ کو ڈاکٹر  
بیکسٹر سے نفرت ہے۔ اور نبض کی رفتار بیکسر

ساٹھ ہے۔

(نیرین بڑبڑاتا ہے)

نیرین - انطو مارشے تم ہی ڈاکٹر بیکسٹر سے کہو کہ ہم بہت

بیمار ہیں۔ ہم سخت علیل ہیں۔ ہم بہت تکلیف

برداشت کر رہے ہیں۔ . . . . کوئی ڈاکٹر بیکسٹر

تک ہمارا پیغام کیوں نہیں پہنچاتا۔ اور میرا تم

سن رہے ہو ہم کیلہتے ہیں۔ ہم یورپ ہیں۔

یورپ۔ سارا یورپ سمٹ کر ہمارا اندر سما گیا

ہے۔ فرانس کی شکست ناممکن ہے۔ ہمارے

جانباز سپاہی آخر دم تک لڑیں گے۔ اور فتح انکی

ہوگی (دوبارہ دارہنست ہے) . . . شکست ناممکن



ہے۔ ناممکن ہے (سہم کر) پر یہ لوگ کیوں  
 اگے بڑھ رہے ہیں۔ یہ کون ہیں جو گدھوں کے  
 مانند منڈلا رہے ہیں (بلند آواز میں) ڈاکٹر بیکسٹر  
 تم ہمارا علاج کیوں نہیں کرتے — آہ! لیکن  
 ڈاکٹروں اور جرنیلوں میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں  
 کی غلطیوں سے قبرستان آباد ہوتے ہیں —  
 اور بیکسٹر جیسے کئی ڈاکٹر میں نے سرلیر کے مزاج پر  
 ڈراموں میں دیکھے ہیں۔ ڈاکٹر اور میرا کہاں ہے  
 ادھر آؤ۔ (نچولیں جواب کے انتظار میں خاموش  
 ہو جاتے ہیں)

مارشال۔ (دبے لہجے میں) عالیجاہ! خاموش رہیں۔ یہاں  
 نہ ڈاکٹر بیکسٹر ہے اور نہ ڈاکٹر اد میرا — آپ  
 آرام فرمائیں۔

نچولیں۔ بتاؤ اب ہیں کیا کرنا چاہئے۔ یورپ کی لباٹ  
 سیاست ہم کبھی اٹھنے نہیں دیں گے۔ ڈاکٹر  
 بیکسٹر تم بتاؤ ہیں اب کیا کرنا چاہئے (ہنستے ہیں)

تم سیاست سے بالکل گمراہ ہو۔ سپاہیانہ جذبہ  
 بھی تمہارے اندر موجود نہیں — اور میرا تم خانہ نشین  
 کیوں کھڑے ہو۔ ہماری بات کا جواب کیوں نہیں  
 دیتے۔ ہم پر چھتے ہیں روس کے بر فانی علاقوں  
 میں ہماری فرحوں کا گزند کیوں ممکن نہیں —  
 پولینڈ محسوس چٹانوں میں اصرار کر سکتا ہے —  
 کیا یہ جھوٹ ہے۔

مارشال۔ عالیجاہ !!! انطور مارشے اب مجھ سے برداشت  
 نہیں ہو سکتا۔ مجھ سے شہنشاہ کی یہ حالت نہیں  
 دیکھی جاتی..... عالی جاہ خاموش رہیں، نیا وہ  
 نہ رہیں آپ کو تکلیف ہوگی۔

(پولینڈ بڑبڑاتا ہے)

پولینڈ۔ تکلیف..... تکلیف..... مقابلہ کرنا  
 ہے..... ہمیں بہت سے مقابلے کرنا ہیں۔

(دوسرے روز)

مارشال۔ عالی جاہ ! لات بہت دیر تک آپ مجھے دشمنوں

کی طبیعت خراب رہی ۔

نیپولین - (دہنتا ہے) .... دشمنوں کی .... مارخان اب

ہم بالکل ٹھیک ہیں ۔ صرف تھکاوٹ محسوس ہوتی

ہے ۔ بدن دکھ رہا ہے ۔ مارخان یہ بیماریاں

جنگ سے زیادہ کڑی ہوتی ہیں ۔

مارخان ۔ عالی جاہ ! آپ کی پسندیدہ شراب کا ایک جام

حاضر ہے ۔ نوش فرمائیے گا ۔

نیپولین ۔ ضرور ۔ ضرور ۔

(مارخان شراب کا جام پیش کرتا ہے)

نیپولین ۔ (پینے کے بعد) کتنی فرحت بخش ہے .... کتنی

اچھی ہے .....

مارخان ۔ عالی جاہ ! ڈاکٹر انطوماٹھے تشریف لائے ہیں ۔

آپ کی خیریت دریافت کرنے کے لئے ۔

نیپولین ۔ ہم سب جانتے ہیں وہ کس لئے آیا ہے ۔ مارخان

اس سے کہہ دو ہم دوا ہرگز نہیں پئیں گے ۔ یہ چیزیں

ہمارے مزاج کے موافق نہیں ہیں ۔

انطو مارشے - صبح بخیر عالی جاہ !

نیولین - آہ - تم آگے - آؤ - آؤ - لیکن ہم درادفیرہ کی کوئی بات نہیں سنیں گے -

انطو مارشے - پلستر کوئی روانہ نہیں عالی جاہ !

نیولین - پلستر - پلستر - یہ اب شئی بڑا کیا آئی ہے -

انطو مارشے کچھ نہیں عالی جاہ - صرف حضور کے پیٹ اور پندرہ

پلمچے دو پلستر لگانے ہیں - ان سے آپ کو فائدہ ہو گا -

- تکلیف بہت کم ہو جائیگی -

نیولین - یہ سب واهیات چیزیں ہیں نہیں ان پر کوئی

اعتقاد نہیں - یہ تمہارا طب و ب سب بکواس

ہے -

انطو مارشے - مگر عالی جاہ ! ان پلستروں کا لگانا بہت ضروری ہے -

نیولین - دنگ آگیا بہت ضروری ہے تو لگاؤ - ایسا

ہی ہیں - مگر میں یقین ہے کہ ان سے میں کوئی فائدہ

نہ ہو گا - ہمارا آخری وقت قریب آگیا ہے -

ہم ضد نہیں کرنا چاہتے - چلو لگاؤ پلستر - چلو

بھی کر کے دیکھ لو۔

انطور شے۔ اور دوا کی چھوٹی ٹیسی خورار

نبولین۔ (دیگر کر) چھوٹا ہوا بڑی ہم ہرگز نہیں پئیں گے۔

تمہیں صرف پلستر گانے کی اجازت ہے۔ دوا ہم

نہیں پئیں گے۔

انطور شے۔ عالیجاہ!

نبولین۔ مارشان۔

مارشان۔ جہاں پناہ۔

نبولین۔ ہم چشمے کا پانی پینا چاہتے ہیں۔

مارشان۔ ابھی حاضر کرتا ہوں عالیجاہ!

انطور شے۔ حضور اجازت دیں تو میں پلستر تیار کروں۔

نبولین۔ تمہیں اجازت ہے۔ لاؤ مارشان پانی لاؤ۔

(مارشان پانی کا گلاس دینے لے)

نبولین۔ (پانی کر) اس پانی نے کتنی فرحت بخشی ہے ہمیں

.... ہم قہلاؤ شکر ادا کرتے ہیں۔ مارشان

دیکھا اگر ہمیں وہاں مرنے کی اجازت دیدی گئی۔

جہاں کہ ہم پیدا ہوئے تھے تو ہمیں اس چشمے کے پاؤ  
دفن کرنا جہاں سے یہ پانی لایا گیا ہے۔

(تیسرے روز)

نیپولین - کھو... کھو... کھو... جو کچھ ہم کہتے ہیں کھو...  
فروا کھو۔ (لہجہ تحکماڑ ہو جاتا ہے)۔ ہم کہتے  
ہیں کھو... سنئے ہو مومنخولون۔

مومنخولون - عالیجاہ! (کانپتی ہوئی آواز میں)۔ ... عالیجاہ...  
نیپولین - ہم کہتے ہیں کھو۔ ہم لڑتے جاؤں گے تم کھنچے جاؤ  
(زوردار آواز میں) کھنچے ہو یا نہیں۔

(مومنخولون کانپتے ہوئے ہاتھوں سے کاغذ اور

قلم پکڑتا ہے)

مومنخولون - (گھبراہٹ میں) کھنچتا ہوں عالیجاہ... میرا  
قلم کہاں ہے... ٹیڑھے میں شمع روشن

کردوں... (وقف)۔ ... ارشاد

نیپولین - دشمن فرانس پر حملہ آور ہو رہا ہے۔ مومنخولون

(سنت لہجہ میں) سنئے ہو۔ ایک اندھی سی اُٹھتی

دکھلائی دے رہی ہے یہیں — ایک طرفان سا  
 اُٹھ اچلا کر ہا ہے ہمارے وطن کی جانب —  
 اٹھاٹھو۔ روکو اسے۔ فرانس کے بہادر سپوت،  
 سیدہ پلائی دیوار بن جاؤ۔ دیکھو تمہاری اگرادی  
 سلب نہ ہونے پائے..... دشمن کو اپنے  
 پاؤں تلے روند ڈالو۔ حلف اٹھاؤ۔ اپنے ہمنشاہ  
 کے روبرو حلف اٹھاؤ..... حسن و عشق سے  
 بیگانگی۔ ازدواجی زندگی سے پرہیز — رحم و  
 استرحام سے نا آشنا — رات کی سیاہی۔ اور  
 دن کے اجالے میں تلواروں اور بندو قوں کا بے خوف  
 استعمال۔ امید۔ خوف۔ اور مستقبل سے بنیاد پر  
 قتل و غارتگری۔ انتقام!! اسی کو تمہارا وطن دشمن  
 کے دجور سے پاک ہو جائے — لکھ رہے ہو  
 مونیٹور لون۔

مونیٹور لون۔ لکھ رہا ہوں علیجاہ..... مگر.....

نہیں۔ یاد رہے کہ قوم زندہ نہیں رہ سکتی۔ جو کہ زندہ

رہنے کا سلیقہ نہ جانتی ہو۔ جیسے کا سلیقہ موت سے  
 سیکھو۔ . . . . میدان جنگ کی خون آلود گھاٹیوں  
 سے حاصل کرو۔ بہو۔ بہو۔ بہو۔ رگوں سے بہو  
 بہنے دو۔ اسلے کر یہ سید اسی اسلے ہو اہے۔ کہ ہے۔  
 . . . . . اور۔ . . . . اور خون کے دو قطرے جو  
 وطن کی عزت و ناموس بچانے کے لئے تہااری رگوں  
 سے نکلیں گے۔ فتح و نصرت کی دہن انہیں اپنا سب  
 سے قیمتی زیور بنا کر رکھے گی۔ فرانس — فرانس  
 — نپولین اعظم کی جوائی کا سب سے حسین خواب  
 دنیا کی انگوٹھی میں سب سے درخشاں نگینہ — خردوار  
 جو کسی نے اسکی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا — اٹھا اٹھو  
 اور سارے فرانس میں فوجوں کا جال بچھا دو۔ اور  
 . . . . . اور۔ . . . . ڈاکٹر سیکسٹر تم کہاں ہو —  
 مارشان۔ مارشان۔ دیکھو لوگ ہم پر حملہ آور ہو رہے  
 ہیں۔ وہ ہمیں موت کے گھاٹ اتارنا چاہتے ہیں —  
 انقلاب کو فناء کرنا چاہتے ہیں — ہم اپنی حفاظت



کریں گے۔ اس لئے کہ انقلاب ہم ہیں۔ نپولین اعظم  
 ہی انقلاب ہے۔ نپولین کا دبدبہ۔ نپولین  
 کا دبدبہ۔ لکھو لکھو موشقولوں تمہارا قلم ہمارے  
 خیالات کا ساتھ نہیں دیتا۔

موشقولوں۔ عالی جاہ! لکھو ہا ہوں۔

نپولین۔ رکو نہیں موشقولوں۔ لکھتے جاؤ۔ تم جاننے نہیں  
 ہم یورپ کی تقدیریں۔ آہ۔ آزادی۔ آزادی۔  
 کس قدر اونچا ہے وہ انسان جو آزاد ہو۔ اور کس  
 قدر نیچے گر جاتا ہے۔ جب وہ غلام ہو جائے۔  
 فرانس کبھی غلام ہو جائے۔ فرانس کبھی غلامی  
 قبول نہیں کریگا۔..... کبھی نہیں کریگا.....

لیکن نپولین کے خیالات کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے  
 ..... نہیں ہنس، ہم چشمہ کا پانی پیئیں گے۔  
 خورگو! یہ ان جنگ میں کیوں نہیں جلتے۔ لکھو  
 لکھو۔.....

موشقولوں۔ عالی جاہ! اب مجھ سے نہیں لکھا جاتا۔

آپ آرام فرمائیے۔  
 نبولین۔ (تکے ہوئے لہجہ میں) آرام.... آرام.... کیا  
 آرام..... (بڑبڑاتا ہوا خاموش ہو جاتا ہے)  
 موشقولون۔ (مارشان سے) خدا کرے کہ اب ان کی آنکھ  
 لگ جائے۔

مارشان۔ معلوم ہوتا ہے تکلیف بہت زیادہ ہے۔ ابھی  
 صبح ہونے میں کئی گھنٹے باقی ہیں۔  
 (نبولین بڑبڑاتا ہے الفاظ سمجھ میں نہیں آتے)  
 موشقولون۔ افسوس! مارشان صبور رہیں۔  
 (چند لمحات کے لئے خاموشی طاری ہو جاتی ہے)  
 مارشان۔ موشقولون۔ موشقولون۔ (غضب ہو کر) دیکھو شہنشاہ  
 تکیے کے نیچے کیا ڈھونڈ رہے ہیں۔

نبولین۔ میرا بیٹا کہا ہے۔ میرا بیٹا کہاں ہے۔ تم  
 لوگوں نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ میرا بیٹا  
 — میرا بیٹا — مارشان — مارشان — تمہارے  
 لائے۔ میرے بیٹے کی تصویر کہاں ہے۔

مارشان - عالی جاہ — تصویر وہ سامنے تھکی ہے - آپ  
 لیٹ جائیے - آرام فرمائیے -  
 نیپولین - ہاں — ہاں — یہ میرا بیٹا ہے — یہ میرا بیٹا ہے

(چوتھے روز)

مونتھولون - مارشان - آج عالی جاہ کی طبیعت میں کچھ سکون ہے۔  
 مارشان - یہ سکون ہی تو مجھے کسی زبردست طوفان کا پیش خیمہ  
 معلوم ہوتا ہے — مجھے ڈر ہے . . . . .

(نیپولین اٹھ کر در سے گر قہقہے)

نیپولین - آگے دسویں ہوتا تو فرانس میں انقلاب برپا نہ ہوتا  
 — نیپولین نہ ہوتا تو نقش کہیں کا منانے کا خیال  
 پیدا نہ ہوتا — مارشان -

مارشان - عالی جاہ !

نیپولین - طوفان کا عاصفہ ہو رہا ہے — اف — میری  
 ٹانگ پر گہرا زخم آیا ہے — یہ ٹاکر کی بکواس  
 کرتا ہے کہ میں بستر میں آرام کرنا چاہئے - زخمی  
 ٹانگ کے لئے ہم اپنا دھار زخمی کرائیں - ہرگز نہیں

نفوذ کرے۔ ہماری ٹانگ کو کچھ بھی نہیں پرگنا۔ تعلق  
 طود پر کچھ نہیں پرگنا۔ کچھ ہی نہیں سکتا۔ کل یا پرسوں  
 طواریں پر ہمارا جھنڈا اہراٹے گا۔ طاقت —  
 طاقت — اور طاقت — ہم طاقت چاہتے ہیں  
 — وہ طاقت جیسے ہم نے اتنے برسوں میں داختر  
 بنا رکھا ہے۔ ہمیں طاقت سے محبت ہے جس  
 طرح موسیقار ساز سے محبت کرتا۔ اسی طرح ہم  
 طاقت سے محبت کرتے ہیں۔ اس لئے کہ ہم اس  
 ساز سے جیسا نغمہ چاہیں نکال سکتے ہیں۔ یہ پوپ  
 ہمارا حکم کیوں نہیں مانتا۔ ہماری خواہش ہے کہ  
 کردہ ہمارے احکام مانے۔ اس لئے کہ سیاسی  
 دنیا کے علاوہ مذہبی دنیا پر بھی حکومت کرنا چاہتے  
 ہیں۔ ہماری طاقت۔ ہماری عظمت۔ ہمارے  
 دندے کو ٹانگا رہیں رسکنا۔ کسی کو انکار کرنے  
 کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ یہ سب چیزیں  
 تھاکی طرف سے ہیں دی گئی ہیں۔ پانچ برس میں

ساری دنیا پر نپولین اپنے نقش قدم چھوڑ چلا  
 گا۔ (رعب مار آواز میں)۔ . . . یہ کس نے کہا  
 ہے کہ یہ سراسر دیوانگی ہے — (بستر پر سے  
 کود پڑتا ہے)

مارشان - مرنٹولون - برترین - دودھ - عالی جاہ کو کچھ ہو گیا ہے۔  
 (نپولین مارشان کو گلے سے پکڑ لیتا ہے - اورد ہاتھ ہے)  
 مارشان - (بھئی ہوئی آواز میں) — عالی جاہ — عالی جاہ —  
 مرنٹولون مجھے بچاؤ — (دو تین آدمی مل کر مارشان  
 کو نپولین کی گرفت سے چھڑاتے ہیں) اور بستر پر پڑا  
 دیتے ہیں)

مارشان (دکھاتا ہے)۔ . . . اُن - کتنی زبردست گرفت تھی  
 نپولین - مارشان -  
 مارشان - عالی جاہ !

نپولین - فرائس کے یہاں دھڑیل دھڑیلے استیکل - اور مینا -  
 نفع قریب ہے . . . . . دودھ . . . . . بھاگو . . . بگڑیڈ  
 بزم جتیس چلو نفع تہا دی ہے — خبر مار جو کسی

کے قدم پیچھے ہے۔۔۔۔۔ ہمیں۔۔۔ ہمیں ایک لاکھ  
 آدمیوں کی ضرورت ہے۔ ایک لاکھ بہادروں کی  
 جرہاری سرکردگی میں آئندہ ہی بن کر دتیا پر چھا جائیں  
 ایک بار پھر جنگ کے شعلے لکیں۔ ایک بار پھر اقوام  
 عالم کی سیاست ہمارے حضور میں کانپے۔ ایک  
 بار پھر فتح و نصرت ہمارے قدم چمکے۔ (جوش  
 میں آکر) — پورے زور سے حملہ کرو۔ ساری  
 دنیا ہماری ہے۔ بڑھو۔ بڑھو۔ بڑھو۔

مارشان۔ عالی جاہ۔ دیکھو موشقو لون کہلا گرنہ جائیں۔  
 کہیں چوٹ نہ آجائے۔

موشقو لون۔ زور سے پکڑ رکھو۔ زور سے مارشان۔  
 نیولین۔ بڑھو۔ بڑھو۔ بریگیڈ نمبر ۳۴۔ بڑھو۔ بڑھو  
 مارشل۔ لیٹ جائے عالی جاہ!

نیولین (دشک کر)۔۔۔۔۔ بڑھو۔ بڑھو۔ بڑھو۔ بڑھو۔  
 (آواز کمزور ہو جاتی ہے)

موشقو لون۔ بس اب چھوڑ دو۔ آرام کرنے دو۔

(چند لمحات خاموشی ملاری رہتی سی)  
 نیپولین - (بڑے رحم انگیز لہجے میں) ..... ماں ..... ماں  
 .... تم کہاں ہو۔

جب شہنشاہ کی حالت نازک بیان کی گئی تو سینٹ پلینا کے گورنر  
 ہنس کر کہتے نکلا حق ہوئی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کا شاہی قیدی  
 مر جائے۔ وہ نیپولین کی جان بچانے کے لئے بہت کچھ کر گزرنے کو تیار  
 تھا۔ چنانچہ فوراً ہی اس نے چار طبیعوں کی ایک مجلس قائم کی تاکہ وہ  
 مریض کی جان بچائیں۔

آرنٹ - میری رائے ہے کہ انہیں سخت ڈاسا دودھ دیا جائے  
 آپ کا خیال ہے ڈاکٹر برٹرین -  
 برٹرین - ڈاکٹر انطو مارشے سے پوچھئے  
 انطو مارشے جہاں تک مجھے علم ہے شہنشاہ کبھی دودھ نہیں پی  
 سکے۔ ایسی حالت میں -  
 آرنٹ - لیکن حضرت دودھ تو غذائیت سے بھرپور ہے۔

کیوں نہ اسی کا پلا کر دیکھیں۔

انطوٹ مارنے - میں اس کے خلاف ہوں۔ شکمی اسرار میں دھرم کی ممانعت ہے۔ اس لئے کہ یہ زور دھرم نہیں ہوتا۔

نثارٹ - یہ بحث مباحثہ فغور ہے۔ جب تک مرلیف کا معائنہ نہ کیا جائے کوئی رائے نہیں دی جاسکتی۔

برٹریں - میں اندر جا کر شہنشاہ سے دریافت کرتا ہوں۔ شاید وہ آپ لوگوں کو معائنہ کی اجازت دے دیں۔

دبرٹریں اندہ شہنشاہ کے پاس جاتا ہے

برٹریں - عالی جاہ ! ڈاکٹر حاضر ہوئے ہیں آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔

نبولین - ڈاکٹر — ملاقات — (باخبر ہو کر) تو ہمارا آخری وقت قریب آگیا۔

برٹریں - نہیں عالی جاہ ! حضور کی حالت نازک ہے۔ مگر خطرہ نہیں۔ ہم صرف احتیاط کے طور پر کچھ کرنا چاہتے ہیں۔

نبولین - نہیں۔ ہم ان سے ملاقات نہیں کریں گے۔

برٹریں - عالی جاہ . . . . .



نپیرلین۔ (تھکنا دلچے ہیں) برٹین

برٹین۔ بہت اچھا عالی جاہ!

(برٹین واپس جاتے ہے)

موشقولون۔ کیوں کیا خبر لائے۔

برٹین۔ شہنشاہ نے ملاقات سے انکار کر دیا ہے۔

آرنٹ۔ ان کی حالت بہت نازک ہے صاحبان سید

خطرناک ہے۔ لیکن ہمیں ناامید نہیں ہونا چاہئے

کوئی اور تدبیر سوچنا چاہئے۔

الطوارٹشے۔ میرا خیال ہے کہ شہنشاہ کے معدے

میں رسوئی ہوتی ہے۔ صرف درد ہے۔ مرض

کا اصل مرکز جگر ہے۔

برٹین۔ صاحبان۔ آپ سے میری درخواست ہے،

کہ جلد کسی نتیجے پر پہنچ کر علاج شروع کر دیا جائے

ایک ایک لمحہ اس وقت بہت قیمتی ہے۔

آرنٹ۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ وہ کسی کو اپنے پاس

آنے کی اجازت ہی نہیں دیتے۔ جب مریض اپنے

طیب کر پاس تک نہ پھٹکنے دے۔ تو علاج کی خاک  
برگیا۔

انطو مارشے۔ میری ہدایات پر انہوں نے کبھی عمل نہیں کیا۔  
مچل۔ صاحبان میری رائے ہے کہ ایک کڑا جلاب دیا جائے۔  
اس سے ضرور اعاضہ ہوگا۔

آرنٹ۔ آپ کا خیال صحیح ہے۔ ڈاکٹر مچل دس گرین کیلورل  
ٹھیک رہے گا۔

انطو مارشے۔ لیکن میرا خیال ہے صاحبان کہ پارہ کسی شکل میں بھی  
شہنشاہ کے مزاج کے موافق نہیں آئے گا۔

مونستولون۔ لیکن سوال پھر وہی پیدا ہوتا ہے۔ کہ انہیں دوا  
کیسے پلائی جائے۔ صرف ایک ہی راستہ ہے۔ کہ  
مارشان پانی میں دوا ملا کر انہیں پلا دیں (مارشان  
سے) عالی جاہ کو بچانے کے لئے اب یہ آخری حیلہ ہی  
(چوتھے روز)

نبولین۔ مونستولون۔ تم ہماری پیٹھ اور۔ ڈی۔ کلون کی بات  
کرنا چاہتے ہو۔ تمہیں اجازت ہے (دوسری انداز میں)

سائنس نے علاج معالجے کے طریقوں میں کتنی ترقی  
پیدا کر دی ہے۔ تم کہتے ہو اس سے گردوں کو  
تقریت پہنچے گی۔ روپنچاؤ تقریت گردوں کو مارشان۔

مارشان۔ عالی جاہ !

نپولین۔ پینے کے لئے پانی۔

مارشان۔ (پانی اٹھاتا ہے)۔ . . . حاضر ہے عالی جاہ !

نپولین۔ (غٹاٹ پی جاتا ہے)۔ خدا کا ذاتی عروس کرتا ہے

پھر بڑے دردناک لمبے میں کہتا ہے (مارشان۔ . .  
تم بھی ہیں دھوکا دے گئے۔

مارشان۔ (ندامت بھری آواز میں) معافی چاہتا ہوں عالی جاہ !

نپولین۔ سادہ پانی کا ایک گلاس۔

مارشان۔ (پانی اٹھاتا ہے)۔ . . . . حاضر ہے عالی جاہ !

نپولین۔ (پی کر) کتنا اچھا ہے — کتنا اچھا ہے — خلیہ

یہ ہمارا آخری گلاس ہو۔ . . . . مہتمم لون۔ ہم بس

اب چند دنوں کے ہمان رس — سینٹ ہلینا کا

ہمان بہت جلد موت کا ہمان ہو گا۔ . . . . تم لوگوں نے

اس جلاوطنی میں ہمارا ساتھ دیا ہے۔ ہم تمہارے  
 مومن ہیں۔ اور خواہش کرتے ہیں کہ ہماری یاد تمہارے  
 دلوں میں دیر تک قائم رہے۔ — دیکھو کوئی ایسی  
 بات نہ کرنا جس سے ہماری یاد کو ضعف پہنچے۔  
 (مختصر لہجہ اور مارشان کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں)  
 پنچولین۔ بڑھل نہ بنو۔ بڑھل نہ بنو۔

(پانچویں روز جبکہ سینٹ ہلینا میں زہر دست طوفان آ رہا تھا)  
 پنچولین۔ سینٹ ہلینا میں طوفان آ رہا ہے۔ پنچولین خود  
 ایک طوفان تھا۔ جو سارے یورپ پر چھایا رہا۔  
 .... (ہندیائی کیفیت شدت اختیار کرتی جاتی  
 ہے) یورپ میں شراب پسند حکمرانوں کا تسلط  
 مٹ چکا ہے۔ ایک نیا زمانہ کروٹ بدل رہا ہے  
 پنچولین کی طاقت کے سامنے سرنگوں ہو جاؤ۔  
 وہ ظلم الہی ہے۔ طاقت اور حکومت کا سرچرچہ  
 زندہ باد پنچولین بونا پارٹ۔ پائندہ باد انقلاب  
 بنواد صرف تمہاری وجہ سے پورا ایک دن

ضائع ہو گیا ہے۔ پیدا ایک دن۔ تمہیں جانا چاہئے  
 کہ ساری دنیا کی قسمت صرف ایک دن سے وابستہ  
 ہے۔ تیلی دین روس کے ساتھ عہد نامے کا مسودہ  
 تیار کرو۔ کیا کہا۔ اتنی جلدی کیا ہے۔ تیلی دین  
 مجھے صرف ایک روس سے نہیں اور بہت سے  
 ملکوں سے نبٹنا ہے.....

موتھولون۔ (دبے لہجے میں) مجھے اتنا اچھے نظر نہیں  
 آتے مارشان۔

مارشان۔ (آہ بھرتا ہے)

نیولین۔ جرزناٹن — جرزناٹن — میرے پاس آؤ۔  
 جب سے تم جدا ہوئی ہو میں مغموم رہتا ہوں۔ میرے  
 حلقہ میں تمہارے بو سے اور تمہارے آنسو چمک  
 رہے ہیں۔ صرف تمہاری خاطر میں نے اٹلی پر فتح  
 حاصل کی۔ صرف تمہاری خاطر میں نے دشمنوں کے  
 اکیس جھنڈے چھینے۔ جرزناٹن — جرزناٹن  
 — تم بے وفائیکیں۔ تم نے اپنے عاشق سے مٹا

کی۔ تمہاری بے وفائیوں نے کئی بار یوں پ کے فاتح  
 اعظم کی آنکھیں نمناک کی ہیں۔ آہ میری ولیعہد سکانت  
 عورت نہیں فرشتہ ہو۔ تمہاری وفا شعار یوں نے  
 ہمیں بہت متاثر کیا ہے۔ خدا کی قسم ہم اس وحدت  
 کو عزیز سمجھتے ہیں۔ جو ہمارے بلال سے نہیں بلکہ  
 ہم سے قربت کرتی تھی.....

وقفہ

نپولین - (جوش میں) ..... تمام طاقتیں اکٹھی ہو جائیں  
 میدان ہمارے ہی ہاتھ رہے گا۔ فرانس کا جھنڈا  
 ہمیشہ بلند رہے گا۔ اسٹریا کی فوجوں کو ہم نے  
 شکست دی۔ سریا اور مصر کا میدان ہماری بہادر  
 فوجوں نے جیتا۔ اٹلی کی فوجوں کو ہم نے پسپا کیا۔  
 اٹھو۔ اٹھو۔ اور اپنے وطن پر قربان ہو جاؤ  
 اپنے وطن کی حفاظت کرو۔ بہت نہ مارو۔ فرانس  
 کو بچاؤ۔ قسمت و سمت کچھ ہمیں فضل و مصلک سلا  
 ہے۔ صرف موقع دیا پر حکومت کرتا ہے۔ موقع سے

قائدہ اٹھاؤ۔ دنیا بھاری ہے۔ سیدھی لکیر ہمیشہ  
 ٹیڑھی لکیر سے چھوٹی ہوتی ہے۔ نیولین لکیر ہے  
 .... (طوفان کی خدت بڑھ جاتی ہے)

(ایکا ایک نیولین زور سے پیچ۔ اس کے ارد گرد سب  
 جمع ہو جاتے ہیں۔ نیولین اٹھ کر موشخو لوں کی گردن  
 دبانام شروع کر دیتا ہے۔ موشخو لوں خود کو چھڑانا ہو کر)  
 موشخو لوں۔ مارشان۔ مدد۔ مدد۔ مدد۔ عالی جاہ!  
 نیولین۔ سپاہیو۔ آگے بڑھو۔ فرانس۔ فرانس۔  
 فوج۔ سالار جنگ۔ .... (اٹھتے آہستہ نیولین  
 کی آواز دُوب جاتی ہے۔ طوفان کا شکار ہلکا ہو کر  
 غائب ہو جاتا ہے۔)

مرتے وقت بھی اس کی زبان پر اپنے پیارے وطن کا نام تھا۔ اسے  
 فرانس سے محبت تھی۔ اس کے ہر ذرے سے پیار تھا۔ اس نے  
 فرانس کی مردہ قوم میں زندگی کی مدح چھوٹی۔ اس کو منظم کیا۔ یورپ میں  
 اس کے ہر قدم سے آنندیاں اٹھیں۔ طوفان آئے۔ اس کے آفتاب

اتصال سے سیاست کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ وہ یورپ ایک عرصہ تک  
دہشت بن کر چھایا رہا۔

مئی ۱۸۶۱ء کو نپولین بونا پارٹ فاتح اعظم چھ بجنے میں اکیس منٹ  
پر اس جہان سے خلاصت ہو جاتا ہے۔



# بابر کی موت

..... ایسیج پر ہریڈز ڈرائے کھیلے جاتے ہیں۔ مگر ان میں سے

کتنے نفی کے لحاظ سے مکمل ہوتے ہیں — دراصل خامکاری ایسیج کا ایک قانون ہے۔ اگر کسی ڈرائے کا پہلا ایکٹ خاذا رہے۔ تو اس کے آخری ایکٹ پہلے ایکٹ کی شان کے قدموں میں دم توڑتے نظر آئیں گے۔ اگر کسی ڈرائے کا انجام اچھا ہے تو آغاز برا ہے۔

کلائمکس ہے تو سپنس نہیں ہوگا۔ اگر سپنس ہے تو کلائمکس نظر نہیں آئے گا۔ ایسے کردار نظر آئیں گے جو بڑے بڑے مراحل آسانی کے ساتھ طے کریں گے۔ مگر چھوٹی چھوٹی مشکلات کا مقابلہ کرتے وقت ان

کی پیشانی پسینے سے بھر جائیگی — منطوق اور استدلال تیز لوگوں کے مانند  
آپ کو ان ڈراموں میں اڑتے نظر آئیں گے ۔

ڈرامہ نویسوں میں شاید سب سے زیادہ خامکاری ان ڈراموں میں  
پائی جاتی ہے ۔ جزا تاریخ نے کچھ ہیں — تاریخ ڈرامے کے تمام  
عواقب و عواطف پر بہت کم غور کرتی ہے — اپنے ڈراموں کے  
ابواب پر بھی تاریخ فروا فرما نہیں سوجھتی لیکن اگر اسکے تلم سے کوئی  
اچھا ڈرامہ نکل جائے تو صدیوں تک اسکی وصوم جی رہیگی ۔

یہ ڈرامہ جواب آپ پڑھیں گے تاریخ کا ایک مکمل ڈرامہ ہے  
— منظر ہندوستان کا ہے — پلاٹ ہے دنیا کو فتح کرنے کا  
خیال — ہیرو ہے بابر شیر فرغانہ ۔ ایک بہت بڑی سلطنت کا خالق  
— مغلیہ خاندان کا سب سے پہلا بادشاہ ۔ پردہ اٹھتا ہے ۔

بابر ۔ (دھڑکے ہوئے) خواجه کیلان کو کہو اگر مابعد دولت  
کی ہدایات پر عمل نہ کیا گیا ۔ اگر ہمارے احکام کا قطر  
خواہ نتیجہ برآمد نہ ہوا — اگر خزانے کی حالت  
درست نہ ہوئی ۔ اگر کسانوں کا بد حالی دور نہ ہوئی ۔

تو اسکی ساری ذمہ داری اس کے سر ہوگی ....  
 کابل میں اگر ابتری پھیل ہوئی ہے۔ تو اسکی سب  
 سے بڑی وجہ یہ ہے کہ پانچ چھ آدمی ایک وقت  
 حکومت کرنا چاہتے ہیں.....

میرنشی۔ لکھ لیا جہاں پناہ!

یا بر۔ اسکو یہ بھی لکھ کہ وہ مشہر کو بہتر بنانے کی کوشش  
 کرے۔ قلعہ کی چار دیواری ہی میں محل کی عمارت  
 سما جانی چاہئے۔ جو معمار اس محل کو بنا رہا  
 ہے وہ یہاں آگرے سے ہمارے بھیجے ہوئے  
 آدمی کے ساتھ محل کے نقشوں کی بابت مفصل  
 گفتگو کرے۔ اور اس سے مشورے لے۔

— شاہی باغات میں پانی کا انتظام اور اچھے  
 پیمانے پر ہونا چاہئے۔ — روشوں میں یگانگت  
 ہو۔ — کیاریوں میں پھول ایسے لگائے جائیں  
 جن میں خوشبو ہو۔

میرنشی۔ لکھ لیا ظل الہی۔

بابر۔ (ٹھٹکتا ہے)۔ ..... آہ، کابل — یہیں اس سرد  
 زمین سے کتنا پیارا ہے! کابل کے سردے! —  
 اُنکی مٹھاس — ان کا رس!! — میر غنشی۔

میر غنشی۔ ارشاد عالی جاہ!

بابر۔ خواجہ کیلان ہمارا دوست ہے — اسکو کبھی کبھی  
 ہم اپنے دل کی باتیں بھی سنایا کرتے ہیں — اُس  
 کو کبھی بابر بادشاہ کی روح اپنے وطن کو دیکھنے کے  
 لئے قیاب ہے۔ یہ ہندوستان کا کام ہم قریب قریب  
 کر چکے ہیں۔ جب پوری طرح ختم ہو جائیگا۔ تو ہم فوراً  
 ہی اپنے پیارے وطن کابل کا رخ کریں گے۔ آہ یہیں  
 کابل سے کتنی محبت ہے — کابل — کابل ....  
 (ٹھٹکتا ہے پھر آہ بھرتا ہے)

بابر۔ کابل — پچھلے دنوں یہیں سردے پیش کئے  
 گئے — خدا گواہ ہے یہ سردے رنجشکری  
 آنکھوں میں آنسو بھرائے — طبیعت اداس ہو گئی  
 — یہ بھی واقعہ ہے کہ جب سے ہم نے شراب

چھوڑی ہے ہماری طبیعت اکثر اس رہتی ہے۔  
 لیکن خدا کی ہیرا پاتی ہے کہ اسکی طلب دن بدن کم  
 رہتی چلی جا رہی ہے۔ خواجه کیلان سے کہو کہ ہمارے  
 نقش قدم پر چلے۔ شراب چھوڑ دے۔ اس حرام  
 شے کو ہاتھ تک نہ لگائے۔ (ہنستا ہے) ...  
 لکھ چکے ؟

میرٹشی۔ ہاں عالی جاہ۔

بابر۔ تو آخر میں اسکو تکیہ لکھ دو کہ وہ ہمارے حم  
 کی تمام عورتوں کو اور ہماری بہنوں کو حفاظت سے  
 یہاں مجبور دے۔ وہ عوام کے حالات سے  
 بہت زیادہ دلچسپی لینا چاہتی ہیں۔ جو کہ ہم عورتوں  
 کے لئے بغیر ضروری سمجھتے ہیں۔

یہ خط لکھانے کے فوراً بعد ظہیر الدین بابر بادشاہ کو میدان جنگ  
 میں جانا پڑا۔ گنگا کے اس پار کی سلطنت میں جو کچھ ہو رہا تھا۔ اُس سے بابر  
 اچھی طرح باخبر تھا۔ دھول پور میں ایک روز سنگ مرمر کے ایک نامکمل محل

کا سامنہ کر رہا تھا۔ کہ اپنی آیا۔ اس نے شہنشاہ کو خبر دی۔ کہ محمود لودھی نے مشرق کی طرف سے حملہ کر دیا ہے۔ اور تمام افغان اسکی مدد کر رہے ہیں۔ بابر نے ایک دم فیصلہ کیا۔ اور اپنے تمام یاروں نے ارادے بدل کر اس طرف کا رخ کیا۔ جہاں منتہ کھڑا کیا جا رہا تھا۔ — دو فروری سن ہند ۹۷۰ء انتیس کو وہ اپنی کمزور صحت کے باوجود محمود لودھی کے کان ایسینے کے لئے روانہ ہوا۔

کبھی گھوڑے پر کبھی کشتی میں اس نے پانی اور خشکی کا نا صلا طے کیا اور اپنے جرنیل مسکری سے جالاجور دشمن کے مقابلے میں پیچھے ہٹتا چلا کر رہا تھا۔ لیکن بابر کی دہشت اتنی تھی کہ وہ الہ آباد تک بھی نہ پہنچا تھا کہ افغانوں کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ بنارس سے اٹھ بھاگے۔ محمود لودھی بنگالیوں کی پناہ میں چلا گیا۔ بابر کے انتہائی ارادوں اور ان کی تکمیل کے درمیان دو دریا بہہ رہے تھے۔ — گنگا اور گھاگرا — ظاہر ہے کہ بابر کی فوجوں کے لئے دشمن پر حملہ کرنا بہت مشکل تھا۔ مگر ایک بار پھر تیمور اور چنگیز خاں کا ہوا بابر کی رگوں میں آتش سیال کی طرح دوڑا۔ اور محمود لودھی اپنے بنگالی طرنداروں سمیت بابر کی مسکری قوتوں کے سامنے جھک گیا۔ — اس ناممکن فتح کو ممکن بنا کر ٹھکانہ بابر اگرہ واپس آیا۔

۲۴ مرحن جہرات کر صبح فوجی وہ اپنے دار الخلافہ میں داخل ہوا۔  
بارشوں میں پچاس میل روزانہ کی مسافت کر کے۔

خادم۔ جہاں پناہ۔ روضہ بہشت بہشت کے نالسم  
اعلیٰ حضور کی خدمت میں انگور اور سر دے پیش کرنا  
چاہتے ہیں۔

بابر۔ سر دے۔ انگور۔ دفعہ چوک کر تو پھل  
لے آئیں۔ وہ بلیں جو ہم نے خود اپنے ہاتھوں سے  
اپنے باغ میں لگائیں تھیں۔ کہاں ہے روضہ  
بہشت بہشت کا نالسم اعلیٰ۔ اس کو ہمارے  
حضور میں پیش کرو۔

خادم بہت اچھا عالی جاہ!  
بابر۔ (دخوش ہو کر)۔ . . . . ہندوستان کی زمین کے بطن  
سے پہلی بار کابل کے دو پھل پیدا ہو رہے ہیں۔  
(خود اسی یہ سوچ کر کہ اس نے اچھا اور دو معنی فقرو  
کہا ہے) ہندوستان کی زمین کے بطن سے پہلی

باد کابل کے دوپہل پیدا ہو رہے ہیں — شاید  
 اور بھی ہوں — ہندوستان کی وہ تمام سحت  
 جو کبھی لودھی اپنے دامن میں لئے پھرتا تھا۔ آج  
 بابر کے نقش قدم کے اُس پر پھیلے ہوئے ہیں۔  
 ہمارے گواہ راہ اور چندیری تک اور دیلے  
 جیموں سے بنگال تک اس کی سلطنت ایک وسیع  
 چاندنی کی طرح بھی ہوئی ہے۔ لیکن ہمارا دل ابھی  
 تک مطمئن نہیں ہوا — برلاس۔

برلاس۔ عالیجاہ !

بابر۔ برلاس — تم بیان کب کے کھڑے ہو۔  
 برلاس۔ جب سے عالی جاہ۔ کتاب دل کی درق گردانی  
 میں مصروف ہیں۔

بابر۔ تم کس نتیجہ پر پہنچے۔

برلاس۔ ہندوستان کے شہنشاہ کا دل اس سلطنت  
 سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔

بابر۔ برلاس۔ تمہارے اس قلعہ کی فتح کے تے ہماری



بات کا جواب نہیں دیا۔ ختم ہمارے لائق وزیر اور  
 پر غلص دوست ہو۔۔۔ میں یہ جاؤ کہ آتی فتوحات  
 حاصل کرنے پر بھی ہمارے دیکھو چین کیوں نصیب  
 نہیں ہوا۔۔۔ ہم اداس کیوں رہتے ہیں۔  
 برلاس۔ تیسرے کا خون جب ہر وقت جہاں کے کانوں میں  
 سرگوشیاں کرتا رہے۔ تو اداس ہونا ضروری ہے  
 — سمرقند کا سنہرا خیال.....

بابر۔ برلاس تم نے ہماری دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا۔  
 آہ۔ سمرقند۔ ہندوستان بابر بادشاہ کی  
 انتھک کوششوں کا شاندار انجام ہے۔ لیکن  
 ہماری کس قدر خواہش ہے۔ کہ وطن کی اونچی اونچی  
 گھاٹیاں ایک بار پھر ہمارے تسلط میں ہوں۔  
 — سمرقند ہمدی جوانی کا سنہرا خواب ہے۔

خادم۔ جہاں چناہ۔۔۔ روضہ ہشت بہشت کے ناظم  
 اعلیٰ حاضر ہیں۔

بابر۔ (خوش ہو کر) مابعد ولت اس کی آمد سے خوش ہوئے

— برلاس — شہنشاہ بابر کی ایک کمزوری آج

تم کو معلوم ہو جائے گی — کابل کے سردوں پر وہ

بری طرح مڑتا ہے — (ہنستا ہے)

ناظم — غلام کو لٹش بجا لاتا ہے جہاں پناہ !

بابر — روضۂ بہشت پرشت کا ناظم اعلیٰ مقرر کر کے مابدولت

نے غلط انتخاب نہیں کیا تھا — برلاس — کابل

کے سردے اور انگور اگرے کی مٹی بھی پال سکتی

ہے — ہمارے منہ میں پانی بھر آیا — سردے کی

ایک قاشخ نموے کے طور پر ہم ابھی چکھنا پسند

کریں گے — اور انگور کے چہہ دانے بھی —

ناظم — ابھی حاضر کرتا ہوں جہاں پناہ !

بابر — برلاس ہم نے کابل پیغام بھجوایا تھا کہ سہادی پشیر

خاتون زادہ — اور سہادی جیتی بیگم ماہم کابل سے

فرز آئیں — وہاں سے کوئی اطلاع آئی؟

برلاس — ابھی تک کوئی اطلاع نہیں آئی عالیجاہ — بار خیں

بہت زوروں پر چر رہی ہیں — اس لئے پیغام سنانی

میں بڑی مشکلات پیدا ہو گئی ہیں۔ یوں بھی اگرے  
 سے کابل پہنچنے میں پانچ مہینے صرف ہوتے ہیں۔  
 بابر۔ ہم نے طے یہ کیا تھا کہ جب ماہم کی آمد کا اعلان  
 ہمیں ملیگا تو ہم اگرے سے ساٹھ میل دور  
 علی گڑھ میں اس کے استقبال کے لئے جائیگے

سناٹیس جون سن پندرہ سو اسی تیس کو موسلا دھار بارش ہو رہی  
 تھی۔ منوں پانی برس رہا تھا۔

خادم۔ جہاں پناہ کابل سے اچھی آیا ہے  
 بابر۔ (چونک کر)۔ کابل سے۔ اسے فوراً ہماری خدمت  
 میں حاضر کرو۔

خادم۔ بہت اچھا جہاں پناہ!  
 بابر۔ ٹھہرو ہم خود اسے ملتے ہیں۔ وہ ضرور ہماری  
 چھٹی بیگم ماہم کی خبر لایا ہے۔  
 خادم۔ جی ہاں عالی جاہ۔ وہ حضور کی قدم برس کے لئے

اتنی بیتاب تھیں کہ اگرے میں حضور کا انتظار کرتے  
 بغیر اگرے تشریف لے آئی ہیں۔ انکی سواری یہاں  
 سے صرف چند میل دور ہوگی۔

یا بر۔ (مضطرب ہو کر) — اسکا شوق ملاقات ہمارے  
 شوق دید سے زیادہ تیز ثابت ہوا — ہمیں معلوم  
 نہ تھا کہ وہ اتنی جلدی پہنچ جائے گی — انہوں  
 کو ہم وعدہ کے مطابق علی گڑھ جا کر اسکا استقبال  
 نہ کر سکے — ہماری نھی گلبدن بھن اس کے ہمراہ  
 ہوگی — نھی گلو — دیکھو ہماری سواری بنیاد  
 کرو۔ نہیں — ہم اتنی دیر نہیں کر سکیں گے۔ ماٹ  
 — ایک زمانہ ہو گیا ہے۔ یہیں ماہم کو دیکھ ہوئے  
 — لیکن اب — لیکن اب تو صرف چند لمحات کا  
 سوال — ہم پہیل جائیں گے۔

خادم۔ جہاں پناہ !۔ یا بر بارش ہو رہی ہے — پانی  
 کی ہنری پیہ رہی ہیں۔

یا بر۔ کوئی سرج نہیں۔ — ہمارا فیر غل — ہمارا فیر غل حلقہ کر۔

خادم - جہاں پناہ — بارش مٹولی نہیں — طوفان ہے۔  
 بابر - (ہنسنے پر) تمہارا بادشاہ بڑھا ہو گیا ہے کمزور ہوا  
 — ابھی پچھلے دنوں اس نے گنگا تکتیس ہاتھوں میں  
 پار کی ہے — طوفان؟ — ہم نے اپنی زندگی میں  
 کئی طوفان دیکھے ہیں — بارش اور کچھڑ بہتا ہی  
 ماہم ہمارا راستہ دیکھ رہی ہو گی — ہم جاتے ہیں

بارش کے طوفان میں بابر کچھڑ سے الٹی ہوئی سڑک پر دوڑتا  
 چلا گیا — حتیٰ کردہ اپنی مجبور کے پاس پہنچ  
 گیا۔ جو گھوڑے پر سوار اس طوفان میں اپنے مالک  
 سے ملنے آ رہی تھی۔

ماہم سرحیرت زدہ ہو کر... جہاں پناہ — آپ  
 — میری آنکھیں مجھے دھوکا تو نہیں دے رہیں  
 بابر - اوہ — ماہم — ختم سے ملکر میں کتنی خوش ہوئی  
 — یہ کیا کر رہی ہو۔ بیٹھی رہو — گھوڑے پر سوار

قرآن کی تکلیف نہ کرو۔

ماہم۔ جہاں پناہ میں ادب کیسے بجالاؤں۔  
بابر۔ خدا کے لئے ایسے مرتبے پر تکلفات و برقعے تہلکا  
بادشاہ انسان بھی ہے اور۔۔۔ اور غبت تو ہر  
تکلف سے بے نیاز ہوتی ہے۔

ماہم۔ (دخوش ہو کر) جہاں پناہ۔ میں کیسے۔ میں کیسے۔  
بابر۔ چھوڑو ان باتوں کو۔ یہ بتاؤ راستے میں تمہیں کئی  
تکلیف تو نہیں ہوئی۔ سفر کیسے گئی۔ اہ۔  
ماہم تمہیں دیکھنے کے لئے ہم کتنے بیتاب تھے۔  
خدا کے لئے گھوڑے پر بیٹھی رہو۔ باگ  
ہمیں دے دو۔ یہ جھجک کیسی؟۔

ماہم۔ (جھجک کے ساتھ)۔۔۔۔۔ جہاں پناہ۔۔۔۔۔  
بابر۔ (ہنس کر)۔۔۔۔۔ اتنی بڑی سلطنت کی عنان  
ہمارے ہاتھ میں ہے۔ کیا ہم ایک گھوڑے  
کی باگ نہیں ختم کر سکتے۔ (ہنستا ہے) اور پھر  
اس گھوڑے پر تو ہماری غیور سوار ہے۔

ماہم جہاں پناہ۔ میں اس عزت انزائی کا شکریہ کیسے  
ادا کروں۔

بابر۔ باگ ہمارے ہاتھ میں دو۔ ہم تمہیں بتائیں گے۔

بابر کی صحت دن بدن گرنے لگی۔ سن پندرہ سو چھبیس میں۔  
پانی پت کی لڑائی کے بعد اسکو نہ ہر دینے کی ناکام کوشش کی گئی تھی۔  
یہ نہ ہر اس کو ہلاک نہ کر سکا مگر اسکا اثر بابر کے جسم میں تادم آخر موجود  
رہا۔ کہتے ہیں کہ سلطان ابراہیم کی وفات کے بعد اس کی ماں نے شاہی  
محل کے بکا دلوں کو نہر بلا سفوف دیا۔ اور ان سے کہا کہ بابر کے خاصے  
پرچہ رک دیں یہ خاصے کھانے کے بعد جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے بابر بہت  
عزیز تک بیمار رہا۔

خیر فرغانہ اب خشک کر چور چور ہو گیا تھا۔ وہ قوت جس نے  
ہندوستان پر اسکا سکہ بٹھا دیا تھا۔ اب اس میں نہیں رہی تھی۔  
اب جہاں بانی کا خیال اسکے دل و دماغ میں نہیں رہا تھا۔

بابر۔ ماہم۔ . . . .

بابہرہ - ماہم - جہاں پناہ نہ کہو - یہ جہاں ہماری  
 پناہ میں نہیں - ہم خود اس کی پناہ کے طالب ہیں  
 - اب جی چاہتا ہے - کہ ایسی جگہ جا رہے ہیں جہاں  
 امن اور چین ہو - سکون ہو - خہنشاہی  
 دردِ سر ہے - خدا کی قسم دردِ سر ہے - ہم  
 اب دردِ پیشوں کی زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں -  
 تمام ہنگاموں سے آزاد ہو کر ہم کسی ایسے مقام  
 کی تلاش میں ہیں - جہاں ہم اپنے کاندھوں پر سے  
 شہنشاہیت کا بوجھ اتار کر ایک طرف رکھ دیں  
 اور آرام کر سکیں - دلچسپی میں زیادہ سنجیدگی پیدا  
 ہو جاتی ہے) . . . . . ماہم جی چاہتا ہے - نزد  
 افشاں چلا جاؤں - وہاں کے باغوں میں ایک چھوٹا  
 سا جھونپڑا بنواؤں - اب یہ محل کاٹے کو روڑتا  
 ہے - جہاں قدم قدم پر کورنش بجا لائی جاتی ہے  
 - جہاں ہزاروں خدام کا جھگڑا لگا رہتا ہے -  
 - زبرا فشاں کے باغ ہوں - ایک چھوٹا سا جھونپڑا



ہو اور صرف ایک خادم ہو۔  
 ماہم۔ جہاں پناہ کو اگر یہی کہہ کرنا تھا تو مجھے یہاں بلوانے کی کیا  
 ضرورت تھی۔

بابر۔ . . . . اہ تم نہیں سمجھ سکتیں۔ ماہم تم عہدت ہو  
 ۔ تمہاری محبت بابر سے ہے۔ لیکن بابر بادشاہ سے  
 زیادہ ہے۔ یہ عورت کی کمزوری ہے۔ بابر بادشاہ  
 کو اپنی عظمت اور اپنے جلال کا اتنا شمار نہیں ہو گا جتنا  
 تمہیں ہے۔ (گلبدن جو باس ہی بیٹھی ہے روزانہ شروع  
 کر رہی ہے)۔ . . . . گلبدن۔ یہ تم رو کیوں رہی  
 ہو۔

گلبدن۔ میں۔ میں۔ میں جو نہ پڑے میں نہیں رہ سونگی  
 بابر۔ (ہنستا ہے) گلو۔ تو جو نہ پڑے میں نہیں بچ  
 گی۔ اچھا بتا کہاں رہے گی؟  
 گلبدن۔ (سُکیوں کے ساتھ)۔ . . . اس محل میں۔  
 اس محل میں جہاں پناہ۔  
 بابر۔ یہ محل تجھے پسند آگیا۔

گلبدن بیکوں کے ساتھ) ہاں ۔

بابر ۔ (ہنستا ہے) ۔ . . . اچھا تو ہم نے صرف تیرے  
لئے اپنا ارادہ ترک کر دیا ۔ لے اب مسکادے ۔

بابر درحقیقت سلطنت کے کام سے دست بردار ہو جانا چاہتا تھا۔  
مگر وہ بہت ہوشیار۔ دقیقہ رس اور سچا سپاہی تھا۔ وہ اس وقت  
تک تخت چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھا۔ جب تک اس کا بدل نہ مل جائے۔  
بابر کی جگہ کون لے سکتا تھا۔ اس کا بیٹا ہمایوں بے شک بہادر  
تھا۔ اور بابر کو اس سے محبت بھی تھی۔ مگر وہ بے پرواہ اور غیر ذمہ دار تھا۔  
مستقلین طبیعت کے باعث بھی وہ اتنی بڑی سلطنت کا انتظام کرنے کا  
اہل نہیں تھا۔ اس کے علاوہ اُس نے تازہ تازہ سمرقند کے معاملے میں  
اپنے آپ کو ناکارہ ثابت کیا تھا۔ بابر کا حکم یہ تھا کہ وہ فوراً بدخشان  
جائے اور ادبکوں کی سرکوبی کرے۔ جو دن بدن طاقت پزیر رہے تھے  
— ہمایوں نے اس حکم کے مطابق سمرقند پر چڑھائی کی اور حصار پر قبضہ بھی  
کر لیا۔ مگر حیب اسکو اپنی ماں کا یہ پیغام ملا کہ بابر ہندوستان کا تخت اپنے  
داماد محمد ہمدی خواجہ کو دینے والا ہے۔ تو وہ جھٹ پٹ بدخشاں سے کابل

پہنچا۔ اور اپنے چہرے بھائی ہندوال کو جس کی عمر صرف دس سال تھی۔ اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ اس کی جگہ چلا جائے۔ جلدی جلدی یہ کام کرنے کے بعد ہمایوں اپنے باپ کی اجازت لئے بغیر اگرے چلا آیا۔ بابر کو جب اس نامعقول حرکت کا علم ہوا تو اسے بہت طیش آیا چنانچہ سزا کے طور پر اس نے ہمایوں کو اگرے سے سوسل دور سہیل میں نظر بند کر دیا۔ مہم نے اپنے بیٹے کو معاف کرانے کی بہت کوشش کی مگر شہنشاہ بابر کے نزدیک ہمایوں کا وہاں سے چلے آنا بہت بڑی غلطی تھی کیونکہ کابل اس کی غیر موجودگی میں حکمران کے بغیر رہ گیا تھا۔

بابر کا انگریز شاہ مجھ ثابت ہوا۔ ہمایوں کی غیر موجودگی میں سعید خان نامی ایک منگول سردار نے بدخشاں میں تختہ برپا کرنے کی شان مگر بابر کی دہشت ایک بار پھر کام آئی جب سعید خان کو معلوم ہوا کہ شیر فرغانہ خود اس کی سرکوبی کے لئے آ رہا ہے۔ تو وہ فوراً پناہ طلب ہوا۔

اس سلسلے میں بابر چار مارج سن پندرہ سو تیس تک لاہور میں رہا یہاں سے جب وہ دہلی میں دو مہینے شکار کھیلنے کے لئے آیا۔ تو اس کی صحت اور زیادہ خراب ہو گئی۔ چنانچہ وہ واپس اگرے چلا آیا۔

ماہم - جہاں پناہ — آپ کو معلوم ہے میرا غیر الدین بچے  
جیسے سے کھیل میں نظر بند ہے اور.....

بابر - اس نے جو حماقت کی تھی.....

ماہم - جہاں پناہ وہ سخت بیدار ہے — نظر بندی کی  
حالت میں اس کی بیماری دن بدن بڑھتی چلی جا

رہی ہے — اور — اور — اب میں جہاں پناہ  
سے کیا عرض کروں — میں اسکی ماں ہوں ۔

بابر - اور — اور ہم اس کے باپ ہیں ۔

ماہم - میرا لڑکا ایک طرف ہمارا ہے — آپ کی اور

بھی اولاد ہے — اور پھر جہاں پناہ کی اتنی بڑی  
رعایا ہے — وہ دکھ جو مجھے ہر سکتا ہے ہندوستان  
کے بادشاہ کو نہیں ہو سکتا ۔

بابر - ہندوستان کا بادشاہ کم ہے ۔ ہمایوں کا باپ زیادہ

ہے — تمہاری مانتا کا مقابلہ ہم اپنی شفقت سے  
نہیں کرنا چاہتے ۔ مگر یہ واقعہ ہے کہ ہماری سخت  
گیری میں ہمایوں کا مستقبل پر شدید ہے — ہم اسکی

اصلاح کرنا چاہتے ہیں۔ وہ غایت درجہ بے پرواہ  
اور غیر ذمہ دار ہے۔ ایسی طبیعت کے کردہ ہنرستان  
کا تخت ہمیں سنبھال سکتا۔ اس کو جفا کشی سیکھنا  
چاہئے۔

ماہم۔ جہاں پناہ۔ چہرہ ہینے سے وہ نظر بندی کی ذلت  
برداشت کر رہا ہے۔ انہی سزا گیا اس کے لئے کافی  
نہیں۔ وہ یقیناً تادم ہو گا۔ جہاں پناہ میں  
اتجا کرتی ہوں کہ اسے معاف کر دیا جائے۔  
وہ بیمار ہے۔ خطرناک طور پر تحلیل ہے۔

بابر۔ خدا اس کو صحت دے۔

ماہم۔..... تو اُسے اگر وہ سے بلوایئے۔ کبیرے  
جہاں پناہ کو جو محبت ہے اس میں ہمایوں سے  
اپنی شفقت کو بھی شامل فرمایئے۔

جوں سال شہزادہ ہمایوں کو اگرے ایک پاکی میں لایا گیا کیونکہ وہ  
سخت بیمار تھا۔ بہت علاج معالجہ ہوا۔ مگر کوئی افادہ نہ ہوا۔ آخر ایک

روز..... بابر اُس کمرے میں داخل ہوا جہاں  
اسکی چھتی بیگم ماہم کار کا ہمایوں بسترِ علالت پر  
پڑا تھا۔

بابر - ہمایوں — ہمایوں بیٹا۔

(ہمایوں بستر پر خاموش پڑا رہتا ہے)

بابر - کچھ منہ سے بولو بیٹا — تمہارا باپ تمہارے پاس کھڑا  
(ہمایوں بیہوش پڑا رہتا ہے)

بابر - تمہاری ماں نے مجھے طعنہ دیا تھا۔ کہ میں اپنی ذات  
کے سوا اور کسی سے محبت نہیں کرتا۔ اپنی ذات  
کے سوا شاہنشاہ بابر کو اور کوئی عزیز نہیں —  
سنو! — میری دعا سنو! — (آواز میں دعا  
کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے) — اے خدا میں صدق  
دل سے دعا کرتا ہوں کہ میرے بیٹے ہمایوں کی بیماری  
مجھے لگ جائے۔ اور وہ تندرست ہو جائے۔  
اور اس کے بدلے میں علیل ہو جاؤں —

خدا میری دعا قبول کر اور میری جیتی بیگم کے طہنت  
جگر کو ہر آفت سے محفوظ رکھ ۔

خدا نے بابر کی دعا قبول کی — ہمایوں صحت یاب ہو گیا ۔ اور اس کی جگر  
بابر خطرناک طور پر بیمار ہو گیا ۔

بابر سینئر بزرگ پر پڑا تھا ۔ اسکی ہڈیاں ان تمام جنگوں کے بوجھ کے نیچے  
کڑکڑاہے تھیں ۔ جرہہ اپنی زندگی میں لمپکا تھا — آنکھوں میں غنودگی تھی ۔  
دفعۃً لالیشیم چادر میں سرسراہٹ پیدا ہوئی جو شہنشاہ نے اورٹھ رکھی  
تھی ۔ آنکھیں نیم وا ہوئیں ۔ بستر کے پاس کسی کو کھڑا دیکھ کر باہر کے ہونٹ  
کھلے —

بابر — (دکڑو آواز میں) .... تم یہاں کب کھڑے ہو ۔  
ہمایوں ۔ جب سے جہاں پناہ نے میری حاضری کا حکم دیا  
تھا ۔ ایک گھنٹہ سے ....

بابر ۔ یہیں یاد نہیں کہ ہم نے تمہیں بلایا تھا ۔  
ہمایوں ۔ جہاں پناہ کیا مجھ سے ڈر گئے تھے ۔

وجہد لہات کے لئے یابر بالکل خاموش رہتا ہے ۔

پھر ایک لمبا سانس لیتا ہے)

بابر ۔ اگر خدا نے میرے بعد تمہیں تخت بخشا تو اپنے

بھائیوں کو ہلاک نہ کرنا ۔ انکی نگہداری کرنا ۔

بس اب جاؤ ہمایوں ۔ جاؤ میرے بیٹے جاؤ

چھبیس دسمبر سن پندرہ سو تیس کو شہنشاہ بابر اپنا آخری اجلاس کرتا ہے ۔ اور ہمایوں کے حق میں تخت سے دست بردار ہو جاتا ہے ۔  
ضمیر فرغانہ بسز پر آخری کر دے بدلتا ہے ۔ اور کھڑکی میں سے آگے کی طرف دیکھتا ہے ۔ حد نظر تک بابر کو اپنے لگائے ہوئے باغات کی ہر پامل دکھائی دیتی ہے ۔ ان درختوں کے عقب میں مسجد کا مینار آسمان کی طرف سراسر اٹھائے نظر آتا ہے ۔ . . . . .

بابر ۔ (ایک لمبا سانس لیتا ہے) ... آگرہ ۔ آگرہ ۔

(تھوڑی دیر خاموشی طاری رہتی ہے ۔ پھر آذان کی آواز آتی ہے ۔ یہ آواز کبھی ابھرتی ہے کبھی دُبتی ہے)



بابر۔ (آخری بار جب مومن اللہ اکبر کہتا ہے۔ تو بابر بھی  
اسکا ساتھ دیتا ہے) اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔

---

بابر بادشاہ کی روح پرواز کر جاتی ہے۔ اُس کی خواہش کے  
مطابق اس کو کابل میں دفن کیا جاتا ہے۔ جس سے اسکو ناقابل بیان نصرت  
مہدی۔ اس کی آخری آرام گاہ نواروں کے پاس ہے۔ جنکا شفاف اور  
مصنوع پانی اس کی زندگی کا نقشہ پیش کرتا ہے۔

# شاہجہاں کی موت

۱۔ چنہ فتحند بیٹے محی الدین اورنگ زیب کی قیادت میں۔ جب شہاب الدین شاہجہاں نے آگرے کے دروازے کھول دیئے تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسے اپنی عمر کا بچا یا حصہ قلعے میں ایک قیدی کی حیثیت میں گزارنا پڑا۔ شاہجہاں کے لئے جو کچھ عرصہ پہلے ہندوستان کا شہنشاہ تھا۔ اور شہنشاہیت کی علاوہ جس کے پہلو میں ایک عظیم الشان آرٹسٹ کا دل تھا۔ قید و بند کی صعوبتیں بے صبر آزما تھیں۔ تاج جیسی شاندار عمارت کا نقشہ نگر کرنے والے نے قلعے کی چار دیواری میں اپنے آخری دن کی مشکلوں سے بسر کئے۔ یہ ایک بہت المناک داستان ہے۔ ابتدا میں

اس نے اپنے بیٹے کی عائد کردہ قیود کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔  
اس کی روح نے کئی بار بغاوت کی مگر اورنگ زیب کے آہنی ارادے  
کے سامنے اسکی کوئی پیش نہ چلی۔

بوڑھا تھا۔ نحیف تھا۔ عمر کے آخری برسوں پر اپنے بیٹے کے  
اعمال کا بوجھ اٹھائے ہوئے تھا۔ اس کے سب ارادے اور اکابر ظفر مند  
بیٹے سے جاملے تھے۔ اب سوائے حرم کی عورتوں اور چند خواجہ سراؤں  
کے جو اس کی خدمت کے لئے اورنگ زیب نے مقرر کر رکھے تھے۔  
شاہجہاں کا نہ کوئی صلاح کار نہ تھا نہ مشیر۔ ہندوستان کی تمام وصعت  
اپنی جیب میں ڈال کر اورنگ زیب نے اس قلعے کے چند مکروں میں قید  
کر دیا تھا۔

چاروں طرف فخر مند اورنگ زیب کی فوج نے گھیر ڈال رکھا تھا۔ دن  
رات جاسوسوں کے ذریعہ سے اسکی نگرانی کی جاتی تھی۔ بہت کڑا محاسبہ  
کیا جا رہا تھا۔ کہ شاہجہان قلعے سے باہر کس سے خط و کتابت نہ کر سکے۔

---

شاہجہان - (دعسے کی حالت میں) مجھے بتاؤ، دانا می خواجہ  
سرا کا کیا ہوا؟۔

اورنگ زیب - اسکا دہن حشر ہوا جو بائیسوں کا ہوتا ہے ۔  
 شاہجہان - اس نے کیا بغاوت کی تھی جو تم نے اُسے اتنی  
 کڑی سزا دی ہے ۔

اورنگ زیب - آپ نے اس کے ذریعے سے ایک خط  
 باہر بھجونا چاہتا تھا ۔

شاہجہان - تو اس میں اسکا کونسا جرم تھا ۔ محی الدین ! تم مجھے  
 اتنا کیوں ستا رہے ہو — کیا اس تلے کی چار  
 دیواری میں قید کر کے بھی تم مطمئن نہیں ہوئے ۔  
 تم نے اب میری تحریر پر بھی پابندیاں عائد کر دی  
 ہیں — میرے ہیاد صبر میں کیا تمہیں کچھ گنجائش  
 نظر آگئی تھی ۔

اورنگ زیب - میں آپ کو بار بار کہہ چکا تھا کہ میری دنیا سے  
 خط و کتابت کرنا قطعی طور پر ترک کر دیں ۔

شاہجہان - یہ تمہارے احکام تھے ۔

اورنگ زیب - جو آپ نے رد کر دیئے ۔

شاہجہان - بیٹا باپ پر حکومت چلائے — محی الدین ! میں

اب تم سے کیا کہوں۔ تم اس وقت ہندوستان  
کے ظفر مند بادشاہ ہو۔ شاہجہاں کے فرزند نہیں  
ہو۔

اورنگ زیب۔ محی الدین اورنگ زیب ظفر مند بادشاہ بدین  
ہے پہلے وہ آپ کا بیٹا ہے۔

شاہجہاں۔ تو باپ تم سے پوچھتا ہے۔ کہ اسکی خط و کتابت  
پرنگرانی کیوں کی گئی۔ کیا اس قسم کی ذلت تمہارا  
باپ برداشت کر سکتا ہے۔؟

اورنگ زیب۔ چونکہ اس قسم کی خط و کتابت سے ملک میں  
بد امنی اور بغاوت پھیلنے کا اندیشہ ہے۔ اس  
لئے یہ احتساب ضروری سمجھا گیا۔

شاہجہاں۔ میں تمہارے اس احتساب کی کوئی پرواہ نہیں  
کرتا۔ میں جس سے چاہوں گا خط و کتابت کروں گا  
اورنگ زیب۔ تو جس کے ہاتھ آپ خط روانہ کریں گے اسکا  
وہی حشر ہوگا جو دنانامی خواجہ سرا کا ہوا۔  
ہیں تمام خواجہ سراؤں کے نام ایک تہنیتہ جاری

کرچکا ہوں — اگر انہوں نے وفا کی طرح کوئی حرکت  
کی تو انہیں وہی سزا بگشتی پڑے گی۔ جو اس کو مل  
مل چکی ہے۔

شاہجہاں — محی الدین جاؤ، میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ  
— ایسا نہ ہو کہ میرے منہ سے کوئی بد دعا نکل  
جائے — جاؤ یہاں سے چلے جاؤ۔

اورنگ زیب — جو کچھ میں کر رہا ہوں، آپ کی اور ملک کی  
بہتری کے لئے کر رہا ہوں، بطور حفظ و اتمام اب  
آپ کو نوشتہ و خواندہ کا سامان بہتیں دیا جائیگا۔  
اگر آپ کو خط لکھوانا ہو تو ایک خراجہ سرا میں نے  
اس کام کے لئے مقرر کر دیا ہے۔ آپ خط لکھوانا  
بول دیا کریں وہ لکھ دیا کریگا۔

شاہجہاں — تمہاری بہت مہربانی — جاؤ، اب یہاں  
سے چلے جاؤ۔

۸ جون ۱۶۵۸ء کو جب شاہجہاں قلعہ آگرہ میں محصور کیا گیا۔ تو

اورنگ زیب نے فردا ہی شاہی عہلوں سے ان کمروں کو جن میں جواہرات اور قیمتی ساز و سامان تھے قفل کر کے ان پر مہریں لگا دی تھیں۔ اورنگ زیب کا ایک خاص خواجہ سرا معتمد نامی ان کی نگرانی پر متعین تھا۔ چونکہ شاہجہاں اب حرم کی چار دیواری میں اقامت پذیر ہو گیا تھا۔ اس لئے ان کمروں تک اس کی رسائی اُسائی کے ساتھ ہو سکتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اورنگ زیب نے یہ احکام جاری کر رکھے تھے کہ خزانوں کھولتے وقت جواہرات کی حفاظت امداد احتیاط میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا جائے۔

شہزادہ محمد سلطان کے چلے جانے پر معتمد خواجہ سرا قلعہ کا واحد مختار بن گیا تھا۔ وہ شاہجہاں سے اسی قسم کی سخت گیری روا رکھتا تھا۔ جو سینٹ ہلینا میں نپولین کے ساتھ ہڈسن لوٹنے روا رکھی تھی۔

شاہجہاں - جہاں آرا بیٹا - ذرا ادھر آؤ۔

جہاں آرا - آئی قلی الہی۔

شاہجہاں - بیٹا ہم نے معتمد خواجہ سرا کو کہلا بھیجا تھا۔ کرہ

ہمارے لئے پاپوش منگوا دے۔ خادم ابھی ابھی

یہ لایا ہے۔ کھول کر دیکھو کیسی پاپوش ہے۔  
 جہاں آرا۔ (کھول کر دیکھتی ہے) نفل الہی یہ پاپوش آپ نے  
 کس کے لئے منگوائی ہے۔ اپنے لئے یا کسی خادم  
 کے لئے۔

شاہجہاں۔ کہیں کیا ہوا؟ ارے، سچ ج۔ نابکار نے یہی  
 فضول سی پاپوش بھج دی۔

جہاں آرا۔ فضول؟ — نفل الہی۔ یہ تو بالکل نکمی پاپوش  
 ہے۔ چڑھا تو وہ یکھئے کتنا واہیات ہے۔ ایسی  
 پاپوش تو دلی کے بھڑ بونجے بھی نہیں پہنتے ہوں  
 گے۔

شاہجہاں۔ ہمیں نہ دکھاؤ جہاں آرا۔ اسی طرح لپیٹ کر  
 رکھ دو یہ سب اس حرام خور معتمد کی شرارت ہے  
 جو محمد سلطان کے چلے جانے پر اس قلعے کا مالک  
 بن بیٹھا ہے۔ ہم سمجھ گئے وہ نابکار ایسی ذلیل  
 حرکتوں سے ہیں چھڑ کر خرمش ہو نا چاہتا ہے  
 جہاں آرا۔ اللہ کرے درجے اس دنیا کے تختے پر۔



شاہجہاں - بیٹا - کسی کو بد دعا نہ دو — معتمد کم ظرف ہی  
 اگر اس کا ظرف بلند ہوتا تو ہمارے ساتھ اس قسم  
 کی چیر چھاڑ ہرگز نہ کرتا . . . . . اللہ اکبر . . .  
 ہمیں یہ دل بس دیکھنا تھا !

جہاں آرا - ( آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں ) ادا آواز بھرا جاتی  
 ہے — تکل الہی دل سے صرف ایک ہو کر اٹھتی  
 ہے — اور اس ہو کر کے ساتھ جانے کتنی خاموشی  
 اور متکلم بد دعائیں لپیٹ کر باہر نکل جاتی ہیں —  
 میں سب کچھ جانتی ہوں — سب کچھ سمجھتی ہوں  
 پر کیا کروں — کائنات میں آپ کے لئے کچھ کر  
 سکتی —

شاہجہاں - جہاں آرا - تم نے ہمارے لئے وہ سب کچھ  
 کیا ہے جو شاید ہی کوئی بیٹی اپنے باپ کیلئے  
 کر سکے — تم نے اپنا آرام ، اپنا جین سب کچھ ہم  
 پر قربان کر دیا — تم نے اپنے ضعیف باپ کی خدمت  
 اس محبت کے ساتھ کی ہے — کہ ہم اپنا دکھ درد

بالکل بھول چکے ہیں۔

جہاں آرا - نخل الہی - میں کچھ بھی نہیں کر سکی ، - عورت زاد کر  
ہی کیا سکتی ہے -

شہا بچھاں - ہمیں نخل الہی دکھو بیٹا - ہم خدا کا سایہ نہیں  
رہے - ہمیں تو اب اس سائے کی تلاش ہے -  
اور جہاں آرا بیٹا ، تم اس تندہی سے ہماری خدمت  
بجالاتی ہو کہ اب اُلام ، اُلام ہمیں معلوم ہوتے  
— قید و بند کے ان ایام میں ہمیں پہلی مرتبہ اس  
امر کا احساس ہوا ہے کہ تم کتنی نیک سیرت اُخت  
گزار اور حوصلہ مند خاتون ہو — ہمیں فر ہے - کہ ہم  
تمہارے باپ ہیں — رو نہ نہیں بیٹا تمہاری  
آنکھوں میں آنسوں دیکھ کر ہمیں روحانی اذیت پہنچتی  
ہے — اب آنسو پونچھ ڈالو اور سید محمد فتوحی کو  
ہمارے پاس بھجوادو کہ وہ چندوستان کے ناکام  
بادشاہ کے دل کو دھارس دینے کے لئے اخلاقی  
حکایات اور مذہبی روایات سائے قسم ہے

وحدہ لاشریک کی، اس فرشتہ سیرت بزرگ  
 نے ہمارے مذہبی شغف کو بہت بڑھا دیا ہے۔  
 قرآن کریم کی تلاوت اور حدیثوں کے درس ہیں  
 روحانی تسلی بخشتے ہیں۔

تاریخی مطالعہ اور مذہبی شغف کے علاوہ شاہجہاں اپنی چھوٹی لڑکی  
 سے جو حضرت میاں میر جیسے ولی کی مرید تھی بہت محبت کرتا تھا۔ جہاں  
 اپنے ضعیف باپ کی خدمت بڑی تندہی سے کرتی تھی۔ شاہجہاں  
 کی اس عمر میں جہاں آرا کا وجود اس کے لئے یقیناً ٹھکانے پیری تھا۔  
 بلکہ وہ دوسری اولاد کے تلخ تجزیوں کا آزار بھی کر رہی تھی۔  
 شاہجہاں اپنی مصیبتوں کے سامنے سر تسلیم خم کر چکا تھا۔ اورنگ زیب  
 نے پہلے دلا شکوہ، پھر راجنیش اور پھر سلیمان کو قتل کیا تھا ان حادثات  
 کے باعث بوڑھے باپ کا دل بالکل ٹوٹ چکا تھا۔ اب وہ ایک شکستہ  
 حال انسان کی طرح صبر و شکر کر کے اپنے آخری ایام طرعاؤ کو پایا پوسے  
 کر رہا تھا۔

قید و بند کے اس زمانے میں شاہجہاں اورنگ زیب کے درمیان تلخ

خط و کتابت کا سلسلہ کچھ دیر جاری رہا ۔

شاہجہاں ۔ بولو اگے کیا لکھا ہے ۔

جہاں نارا ۔ لکھتے ہیں ”۔ آپ مجھے غاصب اور جابر کہتے ہیں،  
میرے رویہ کو غلبہ سے تعبیر کرتے ہیں ۔ اور دھوکہ  
کی ملکیت پر قبضہ کرنے والے کو اسلام کا مخالف  
بتاتے ہیں ۔ لیکن آپ کو یاد رکھنا چاہئے ۔ کہ سلطنت  
کے خزانے اور ملک دولت عامۃ الناس کے مالک  
کے لئے ہے ۔ عیش و عشرت کے لئے نہیں ہے ۔  
بادشاہت موروثی اطلاق نہیں ہوتی ۔ کہ آپ کے  
بعد بیٹا ہی اسکا وارث ہو ۔ یہ تو خدا کی ایک امانت  
ہے جو امین ہو تو ہے اسے ہی ملتی ہے ۔۔۔۔۔  
یہ مال و دولت ۔۔۔۔۔

شاہجہاں ۔ بند کرو ۔ بند کرو اسے ۔۔۔۔۔

جہاں نارا ۔ ابھی خط ختم نہیں ہوا ۔

شاہجہاں ۔ ہم جانتے ہیں اسکی یہ تقریر کبھی ختم نہیں ہوگی ۔

لیکن اسکو شاید یہ معلوم نہیں۔ کہ جو سلوک اس نے ہمارے ساتھ کیا ہے۔ وہی سلوک اس کی اپنی اولاد اس کے ساتھ دہرا رکھے گی۔ یہ ہم اسے خط میں بھی لکھوا چکے ہیں۔

جہاں آرا۔ اور اسکا جواب اس خط میں موجود ہے۔  
 شہاب جہاں۔ کیا لکھتا ہے۔

جہاں آرا لکھتے ہیں۔ ”جو کچھ ہوتا ہے، خدا کے حکم سے ہوتا ہے۔ میں جو کچھ کر رہا ہوں وہی میرے اگلوں نے بھی کیا تھا۔ پھر تعجب کی بات کیا ہے۔ اگر خدا کی مرضی اسی میں ہے تو میرے بیٹے مجھ سے بھی ایسا ہی سلوک کریں گے۔ میں خدا کی مرضی اور اس کے حکم سے متفاوت نہیں کروں گا۔ لیکن میری نیت چونکہ اچھی ہے اور خدا کی مہربانی ہمیشہ نیک نیتوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ اسلئے مجھے توقع رکھنی چاہئے کہ میری اولاد میرے ساتھ اچھا ہی سلوک کرے گی۔“

شہاب جہاں۔ خدا کی مرضی — خدا کی مرضی — خدا کی مرضی ضرور

ایسی ہی ہوگی۔ وہ دن ضرور آئے گا۔ جب علی الدین  
 اپنے بیٹے کو باغی اور بے وفائے کہے گا۔ تو وہ پلٹ کر  
 یہ جواب دیگا۔ ”بولو، تم نے اپنے باپ کے ساتھ کیا  
 سلوک کیا تھا؟“ کیا تم باغی نہیں ہو گئے تھے؟  
 کیا تم نے اپنے باپ سے دعا نہیں کیا تھا؟“  
 جہاں آرا۔ خط کا تھوڑا سا حصہ باقی رہ گیا ہے وہ بھی من لیجئے۔  
 خاتہا جہاں۔ سناؤ  
 جہاں آرا۔ کہتے ہیں۔ ”آپ مجھے کیوں بڑا کہتے ہیں کیا آپ  
 اپنے بھائیوں خسرو اور پرویز کو بھول گئے۔ انہوں  
 نے آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچایا تھا۔ لیکن اسکے  
 باوجود آپ نے ان کے ساتھ برا سلوک کیا۔۔۔؟“

خاتہا جہاں اور اورنگ زیب کے درمیان یہ تلخ خط و کتابت ایک  
 سڑھے تک جاری رہی۔ اس کے بعد اورنگ زیب نے باپ کو خود مکھنا  
 ترک کر دیا۔ کبھی کبھی خشعیوں سے کچھ کہہ کر بھیج دیا کرتا تھا۔ لیکن بعد  
 یہ سلسلہ بھی بند ہو گیا۔

شاہجہاں اورنگ زیب سے نہ تو طرار کی جنگ میں عہدہ برآہر کا  
 ز قلم جنگ میں۔ کچھ عرصے کے بعد وہ قدرت کے فیصلے کے آگے  
 جھک گیا۔ اب وہ قسمت کا حملہ نہیں کرتا تھا۔

تاج کا شکر جس نے موت کو حسین بنا دیا تھا۔ اور جس نے اپنی آنکھوں  
 سے نکلے ہوئے آنسو کو زمانے کے محال پر اپنی تمام تابانیوں سمیت ابدیت  
 میں بچھ کر دیا تھا، اب اپنی حسرت ناک موت کا منتظر تھا۔

مصائب و آلام کی اس زندگی سے نجات حاصل کرنے کی خواہش  
 شاہجہاں کے دل میں ہر وقت طرپتی رہتی تھی۔ بالآخر جنوری ۱۶۶۷ء  
 میں پوری ہونے لگی سات جنوری کا دن تھا شاہجہاں نے ایک خاص تیل کی  
 مالش اپنے جسم پر کرائی تھی۔ اس سے فائدے کی بجائے نقصان ہوا۔

شاہجہاں۔ (تعاہت بھری آوازیں)۔ . . . . اس تیل کی

مالش نے میں مطلق فائدہ نہیں پہنچایا۔ بلکہ اس

سے نقصان ہی ہوا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے

کہ بدن میں جان ہی نہیں رہی۔

سید محمد قزوچی۔ خدا کا فضل شامل حال رہا تو آپ ملنے پر صحت مند

برجائیں گے۔

شنا بچہاں۔ سید صاحب اب صحت اور تندرستی کی آرزو نہیں ہے۔ اب توجہ چاہتا ہے۔ کہ جلد از جلد اس زندگی کا خاتمہ ہو۔

سید محمد قنوجی۔ زندگی خداوند تعالیٰ نے زندہ رہنے کے لئے عطا فرمائی ہے۔ عالیجاہ۔ اس کا ہر لمحہ صبر اور شکر سے گزارنا چاہیئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اور دکھ سکھ تو ہر شخص کی زندگی میں ہوتے ہیں۔ عالی جاہ۔

شنا بچہاں۔ آپ درست فرماتے ہیں سید صاحب۔ مگر واقعہ یہی ہے کہ ہم اب اس دنیا کے افکار سے آزاد ہو جانے کے متمنی ہیں۔ موت تو مقررہ وقت پر ہی آئیگی۔ لیکن اسکو قریب نہ دیکھنے کی آرزو جو دل میں پیدا ہو گئی ہے مٹائے نہیں مٹ سکتی۔

سید محمد قنوجی۔ عالیجاہ! افکار و لام سے آزادی حاصل کرنے



کا حل موت نہیں چینی کرتی۔ موت کے بعد بھی ان کا  
 بھوم انسان کو ستا سکتا ہے۔ دعا کیجئے کہ اپنی دوسری  
 زندگی ہر قسم کے نزدیک سے پاک ہو۔

شہا بچیاں - سید صاحب، ہم ہر وقت بارگاہ ایزدی میں  
 یہی دعا مانگتے رہتے ہیں۔ اس زندگی سے ہم  
 مطمئن ہیں۔ زندگی کے جو ہتر برس پورے ہو چکے  
 ہیں۔ اس دوران میں ہم نے فتح و ظفر دیکھی ہے،  
 ناکامی اور نامرادی سے بھی سابلذ پڑا ہے نجات  
 پر بیٹھنے سے پہلے کئی جنگوں کی خاک چھانی ہے۔  
 جلعے جلعے سفر کئے ہیں۔ مشقتیں برداشت کی ہیں۔  
 خوشیاں دیکھی ہیں اور اب آخری عمر میں بیوہ بننے کے  
 چہرے بھی سہمے ہیں۔ غرض زندگی میں جو کچھ ہوتا ہے  
 ہم سب دیکھ چکے ہیں۔ بخدا اب ہم راضی برضا  
 ہیں۔

(ایک خادم اندر داخل ہوتا ہے)

خادم - نظر الہی - وید ہند را بن صاحب تشریف لائے ہیں۔

شاہجہاں - انہیں حاضر کر دو —

خادم - بہت اچھا قلہ الہی -

(چلا جاتا ہے)

شاہجہاں - ہم نے اس دید کی بہت تعریف سنی ہے - ہم

سے کہا گیا ہے - کہ امراض شکم کے علاج میں ہمارا

رہنما ہے — سید صاحب مددے کی خرابی

نے ہمیں بہت تنگ کر رکھا ہے -

عارضہ کے نہیں دن دید بندہاں نے شاہجہاں کے مرض شکم کو بالکل  
دور کر دیا - جس سے اس کو قدرے سکون ملا - مگر ضعف اور نقاہت  
وہیسی کی وہیسی قائم رہی -

سردی شدت کی تھی - شربت پیتے پیتے شاہجہاں کے ہونٹوں  
پر پیریاں جم گئی تھیں - ضعف و ناتوانی بہت زیادہ بڑھ گئی تھی -  
مرض شکم دور ہو گیا تھا - لیکن دوسرے عارضے دن بدن بڑھ رہے  
تھے - اب ایسا وقت آ گیا تھا کہ درائیں اور غذائیں بالکل بے اثر تھیں -  
دوشنبہ - ۲۲ جنوری ۱۶۶۱ء کی رات کے ابتدائی حصے میں زندگی

کی اس باقی نہ رہی . . . . . دم بہ لب شاہجہاں کے پلنگ کے ارد گرد  
حرم کی عورتیں کھڑی رو رہی تھیں۔ شاہجہاں نے اپنے ہوش رجاس  
بجھ کر کے اپنی بیویوں کو جو اس وقت زندہ تھیں اپنے پاس بلایا تھا۔  
اکبر آبادی محل اور نقیہ پوری محل بھی ان میں شامل تھیں۔

شاہجہاں۔ (عورتوں کو قتل دیتے ہوئے) روؤ نہیں —  
تمہارے یہ اشک خدا کے اعلیٰ فیصلے کو نہیں روک  
سکتے۔ صبر کرو۔ خدا کا شکر بجا لاؤ کہ وہ ہمیں اس  
دکھ بھری دنیا سے نجات دلانا چاہے۔

(سب عورتیں روتی ہیں)

شاہجہاں۔ جہاں آرا . . . . . جہاں آرا . . . . .

جہاں آرا۔ ارشاد آبا جی

شاہجہاں۔ بیٹا، تم نے ہماری بہت خدمت کی ہے۔ خط

تم کو اجر دے۔ دیکھو ہم وصیت کرتے ہیں۔ کہ

اپنی سوتیلی بہن پر ہنر بانو کو معمول مت جانا۔ ہمیں

یقین ہے کہ تم اسے نہیں بھولو گی۔ لیکن اپنے اطمینان

کے لئے ہم تمہیں تاکید کر رہے ہیں۔ اور دیکھو غل  
 کی دوسری خواتین جو ہماری موت کے بعد لاوارث  
 ہو جائیں گی، بیٹا ان کی پرورش کا ضرور خیال رہے  
 — مراد کے یلیم بچوں کا جس طرح تم نے خیال  
 رکھا ہے اسی طرح ان لاوارثوں کا بھی خیال رہے  
 — سن رہی ہو بیٹا۔

جہاں آرا۔ (چکیں لے کر) سن رہی ہوں ابھی۔  
 شاہجہاں۔ آؤ۔ ہمارے پاس بیٹھو۔ ہم تمہارے سر  
 پر آخری بار اپنا ہاتھ پھیرنا چاہتے ہیں۔  
 (جہاں آرا، پلنگ پر بیٹھ جاتی ہے، شاہجہاں  
 اسکے سر پر آخری بار اپنا ہاتھ محبت سے پھیرتا ہے)  
 شاہجہاں۔ (اکبر آبادی محل اور تختپوری محل سے مخاطب ہو کر)  
 اس پہن نے ہماری بہت خدمت کی ہے.....  
 (اکبر آبادی محل اور تختپوری محل اور زیادہ رونا شروع  
 کر رہی ہیں)

شاہجہاں۔ حوصلہ رکھو۔ زندگی اور موت نئی چیزیں ہیں

جو زندہ ہے ایک دن ضرور مرے گا۔ — حوصلہ  
 رکھو۔ . . . . جہاں آؤ۔ . . . . جاؤ بیٹا، یہ سامنے  
 والی کھڑکی کے پٹ کھول دو۔ . . . . ہم آخری بار  
 ارجمند بانو کی آرامگاہ دیکھنا چاہتے ہیں۔  
 (جہاں آؤ کھڑکی کھول دیتی ہے۔)

شہابجہاں۔ (کھڑکی میں سے تاج محل کو دیکھتا ہے) کاش کہ  
 ہم اپنی زندگی کے تمام حسین خیالات اسی طرح ابدیت  
 میں ڈھال سکتے۔ . . . . کتنا خوبصورت دعوہ  
 ہے ارجمند بانو ضرور مطمئن ہوگی۔ — آہ —  
 اس کا نام لیتے ہی سمن برج پھر سے آباد ہو گیا ہے  
 جہنا کی لہریں پھر سے متکلم ہو گئی ہیں۔ — شہابجہاں  
 پھر اپنی دلغزیب لمحات میں سانس لینے لگا۔  
 . . . . (دانس الگڑ جاتی ہے) . . . . .  
 اشہدان لا الہ الا اللہ واشہدان محمد رسول اللہ  
 . . . . اے میرے خدا دنیا اور آخرت دونوں میں  
 مجھ پر رحم کراؤ مار جہنم سے بچا۔ . . . .

دعا ختم ہونے کے بعد شہاب الدین شاہجہاں تاج محل کا مفکر  
 ہمیشہ کے لئے سو گیا۔ رات کے ساڑھے دس بجے تھے۔ وہ سمون  
 برج میں ایک لمبے چوڑے پلنگ پر خواب گراں میں مورتھا۔ کھڑکی میں  
 سے تاج محل نظر آ رہا تھا۔ اس چاندنی کی پھوری میں وہ بالکل ایک خواب  
 معلوم ہوتا تھا۔ جو کمن برج میں سونے والا دیکھتا ہو۔

شاہجہاں کی وصیت تھی کہ اسے تاج میں اپنی آرام جاں کے پاس  
 دفن کیا جائے۔ چنانچہ خاندہ ممتاز محل کے گنبد میں لیجا یا گیا۔ اور اس کے  
 بعد خاکی کو ارجبند بانو (ممتاز محل) کے پہلو میں عموماً استراحت  
 کرو یا گیا۔

# یپو کی موت

جولیس سیزر اور اسکندر اعظم کے بعد دنیا کے بڑے سپہ سالار اور فاتحوں کی فہرست میں نپولین کا نام آتا ہے۔ اسکندر اور جولیس سیزر کی فتوحات کو ایک زمانہ گزر چکا ہے۔ آج کل نپولین کا نام ہی سب سے پیش پیش ہے کیورپ سے ابھی تک اس جنگ جواںمات کے دہشتناک کارناموں کے نقش بہنیں مٹے۔ نپولین اعظم کی بزرگی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اگر ہم میسور بادشاہ فتح علی ٹیپو سلطان کی زندگی کو پیش نظر رکھیں اور دنیا کی ان دو نامور ہستیوں کے لمحاتِ آخرین کا موازنہ کریں تو ذیل۔ کی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

نپولین کی قوم نے نپولین کا پورا ساتھ دیا۔ اسکے ہر سر کے میں اس کی  
 قوم بدل جان شریک رہی۔ اسکے افسر و فادار تھے۔ اور اور اس کے  
 ایک اشارے پر اپنی جان قربان کرنے کو تیار تھے۔ اس کے برعکس  
 ٹیپو سلطان کے امراء اور وزراء اس تخت نشینی سے ٹیکراسکی موت  
 تک اس کے زوال کی تدبیریں سوچتے رہے۔ سلطان کی آستین میں  
 اپنے پالے ہوئے اتنے سانپ تھے کہ نپولین کے دشمن نہیں ہونگے۔  
 نپولین کو جب شکست ہوئی تو اس نے اپنے وطن دشمنوں کے سپرد  
 کرنے ہی میں سلامتی سمجھی۔ اس نے اپنے آپ کو بھی دشمنوں کے حوالے  
 کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سینٹ ہلینا میں قید کر دیا گیا۔ جہاں اس نے  
 بڑی تکلیف میں جان دی۔

سلطان کو جب اپنے وزراء اور امراء کی سازش کے باعث  
 شکست ہوئی تو اس نے ہساد و سپاہی کی طرح اپنی آزادی برقرار رکھنے  
 اور اپنے ملک و ملت کی ناموس بچانے کے لئے خنجر کش کرنا قبول کیا۔  
 پروفیسر جیمس ٹیپو سلطان کے متعلق کہتے ہیں۔ اس کے حریف  
 ہمیشہ اسکو مٹانے پر آمادہ اور اندروں سلطنت اس کے خاص افسر  
 اسکے زوال کے لئے سازشیں کرتے رہے۔ مگر یہ سلطان ہی کا دل و



جگہ تھا کہ سترہ سال تک ان سب کا ہنایت خوبی اور کامیابی سے مقابلہ کیا۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد ہم شیر پور کے آخری لمحات بیان کریں گے۔ کہ وہی ہمارے موضوع سے متعلق ہیں۔

سلطان کانیر اتال ڈوب چکا تھا۔ اتحادیوں کی حال کامیاب ہو گئی تھی۔ میدان جنگ میں اور دارالسلطنت میں ہر جگہ منکروام افسر اتحادیوں کی انگلیں پر رقصاں تھے۔ میدان جنگ میں سلطان کو خبر پہنچی کہ سرنگا پٹم پر حملہ کی تیاری ہو رہی ہے۔ اور میر نمر الدین نے غداری کر کے انگریزی فوج کا کورگ میں مقابلہ نہیں کیا۔ جس کی وجہ سے جنرل سٹوارٹ بغیر کسی رکاوٹ کے پاٹھ تختہ پہنچ گیا ہے۔ یہ خبر سننے ہی سلطان دارالسلطنت کو روانہ ہوا۔

سلطان کے چلنے ہی انگریزی فوج بغیر کسی مدافعت کے سرنگا پٹم پر بڑھی اور جنرل سٹوارٹ کی فوج کے ساتھ مل کر ان مورچوں پر قابض ہو گئی۔ جو سلطان نے قلعہ کے سامنے شمال میں بنوائے تھے۔ یہاں بھی سازش کے باعث مدافعت بالکل نہ ہوئی۔ غرض جب انگریزی فوجوں نے سرنگا پٹم کے اطراف میں اچھی طرح ضروری اور مضبوط مقامات پر قبضہ کر لیا تو گولہ

باری شروع ہوئی جس کے باعث قلعے کی دیوار چھلنی ہو گئی ۔

ٹیپو ۔ تم نے ملک حوای اور غداری کی داستان سن لی ۔  
سید غفار ۔ (دکھ بھرے لہجہ میں) ہاں ۔ عالی جاہ ۔ سن لی غلام  
کو یقین نہیں آتا کہ دنیا میں ملک حواس کا وجود  
ہو سکتا ہے ۔

ٹیپو ۔ اس لئے کہ تم ٹیپو کے وفادار دوست ہو ۔ اسلئے  
کہ تمہارا دل انسانیت سے بے ریز ہے ۔ مگر یہ  
غفار دنیا ! غداروں سے خالی نہیں ۔ اگر دنیا  
میں غدار نہ ہوتے تو آج ہمیں اس قدر پریشانی کا  
سامنا نہ کرنا پڑتا ۔ ہمیں قسم ہے اس خدا کی جس کے  
ہاتھ میں ہماری جان ہے کہ ہم ان انگلیزوں نے  
آنا پریشان نہیں کیا جتنا ہمیں اپنے دوست نما  
دشمنوں نے کیا ہے ۔

نواب حسین علی خاں ۔ حضور کو اب غنا ہونا لازم ہے ۔  
ٹیپو ۔ اب احتیاط کرنے سے کیا ہو گا ۔ غدار ہماری جڑوں

میں پانی پھیر چکے ہیں۔ خدا کی قسم اگر میں معلوم ہو جائے کہ سائے دہار میں کون کون آدمی غلط ہے تو ہم ان خبیثوں کو ایسی کڑی سزا دیں کہ ..... پر اب کیا ہو سکتا ہے۔ دشمن اپنا کام کر چکا ہے۔ ہمارے گھر کے چراغ ہی سوختہ سامانی کی بنیادیں استوار کر چکے ہیں۔

سید غفار۔ مگر میں ناامید نہیں ہونا چاہئے۔  
 ٹیپو۔ سید غفار۔ ہم ناامید نہیں ہیں۔ سپہر سلطان کی رگوں میں جب تک حید علی کے خون کا ایک قطرہ بھی باقی ہے وہ دشمن کا اسی شدت سے مقابلہ کریگا۔ سید غفار قسم ہے بعد از کی یہ اگر بغاوت کتنے بھی طاقتور ہو جائیں ان کے دلوں سے ٹیپو کی ہشت کبھی دود نہیں ہو سکتی  
 سید غفار۔ بالکل درست ہے عالی جاہ۔ اسکا ٹخن کو بھی اعتراف ہے۔

ٹیپو۔ یہ سب کچھ ہے۔ ہمیں اپنی قوت کا بخوبی اندازہ ہے۔ مگر سید غفار جو کچھ گلشن آباد کی سرحد پر

ہوا۔ اس نے ہمارا دل بہت مخموم کر دیا ہے —  
 کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس مورچے پر ہماری فرحوں  
 کو کیوں شکست ہوئی — کیا اس میں بھی تو کسی  
 سازش کا ہاتھ نہیں۔

سیّد غفار۔ عالی جاہ۔ میں اس کے متعلق وثوق سے کچھ نہیں کہہ  
 سکتا۔ صرف شکوک ہی شکوک ہیں۔

ٹیکو۔ (اضطراب کے ساتھ)..... شکوک — شکوک  
 — ہر طرف شکوک ہی شکوک — قلعے کی دیوار  
 گولہ باری سے چھلتی ہوئی جا رہی ہے — انگریز  
 بڑھتے چلے آ رہے ہیں۔ اور یہاں ہم شکوک کا ایک  
 بہت بڑا ڈھیر لٹے اُسے کرید رہے ہیں — سیّد غفار  
 نقاب حسین علی خاں سب شکوک اپنے دل سے  
 نکال دو۔ آؤ۔ دشمن کا جسم کو مقابلہ کریں — آؤ  
 کوئی تدبیر سوچیں۔

ٹیکو سلطان کو اپنے انیسروں اور ہتھیاروں کے طرز عمل سے معلوم

ہو گیا کہ ان میں سے کچھ دشمن کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ اور کچھ نا  
 تجربہ کاری کے باعث سرگرمی دکھانے سے معذور ہیں۔ چنانچہ،  
 اس نے ۲۴ دلیقہ ۱۲۱۳ھ کو موسیو سپیو اور دوسرے  
 فرانسیسی افسروں کو بلایا۔

طیپیو۔ موسیو سپیو ہم نے تمہیں تمہارے دوستوں کو  
 اس لئے یاد کیا ہے کہ چند ضروری باتیں کہنا ہیں  
 موسیو سپیو۔ ارشاد عالی جاہ!  
 طبییو۔ موجودہ حالات تم دیکھ رہے ہو۔ ظاہر ہے  
 کہ یہ قابل اطمینان نہیں ہے۔ جن لوگوں کو ہم اپنا  
 دوست یقین کرتے تھے میں موقع پر دشمن  
 ثابت ہوئے۔ ان کی دعا بازی اور مکاری کو  
 ہم حیرت سے دیکھ رہے ہیں۔ غم و غصے کی لہریں  
 ہمارے دل و دماغ پر دوڑ رہی ہیں۔ اور غنیم کا  
 زور ساعت بساعت بڑھتا چلا آ رہا ہے۔  
 کیا ہماری حالت قابل رحم نہیں۔

موسیو سیو۔ مگر عالی جاہ آپ کے سارے دوست غدار بنیں۔  
 ٹیکو۔ موسیو سیو۔ ہم تمہارے جذبہ دوستی کی قدر  
 کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے اس وقت  
 تمہیں یاد کیا۔ بلو اب تمہاری رائے کیا ہے۔  
 موسیو سیو۔ ہم نے حضرت کانگ کھایا ہے۔ اور حضور نے  
 ہمیشہ ہم پر بھروسہ کیا ہے۔

موسیو لالی۔ ہم اعلیٰ حضرت کے لئے اپنی جانیں قربان کرنے  
 کو تیار ہیں۔ صرف اشارے کی دیر ہے۔  
 ٹیکو۔ موسیو لالی۔ ہمیں تمہاری دوستی پر یقین ہے۔  
 موسیو سیو۔ حضور کو ہمارا مشورہ درکار ہے۔؟  
 ٹیکو۔ ہاں ہاں! موسیو سیو۔ اسی لئے ہم نے تمہیں  
 یہاں بلوایا ہے۔

موسیو سیو۔ تمام حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے خادم ہی  
 مشورہ دیگا کہ آپ جمہرات کی پیٹیاں۔ اثرنیاں  
 اور توڑنے خانے کا سدا قیمتی سامان نیکر حرم سرا  
 کی خواہن سمیت آدمی برات کی خاموشی میں تلخ

محلے سے باہر تشریف لے جائیں۔

ٹیپو۔ (سوچتے ہوئے) پھر۔

موسیو سیلیو۔ باہر نکل کر دس ہزار سوار اور پانچ ہزار فوج باقاعدہ

پیادہ کا زبردست بدھ قدمیں ضرب قوی کے ساتھ

لے لیں۔ اور یہ سبیل یلغار صوبہ سر اور قلعہ

چند رگ پر جا بیٹھیں۔

ٹیپو۔ (بدستور سوچتے ہوئے) پھر۔

موسیو سیلیو۔ اور نہایت معتد انہوں اور جاں نثاروں کو

مختلف کاموں پر مامور فرمادیں۔

ٹیپو۔ یہاں پھر وہی اعتماد کا ٹیڑھا سوال ہے۔

موسیو لالی۔ ندوی اور موسیو سیلیو پر حضور اعتماد فرمادیں

یہ قلعہ ہماری فضولیت میں چھوڑ جائیں جب تک ہم

میں سے ایک بھی باقی رہیگا حضور کے ادا کے ٹک

میں تصور نہ ہوگا۔

موسیو سیلیو۔ اور اگر یہ بات منظور خاطر نہ ہو تو حضرت ہم سب

فرانسیسیوں کو بکھر کر انگریزوں کے حوالے کر دیں،

ہم ان کے قبضے میں آگئے تو وہ حضور کے ساتھ تھکتے  
کی گفتگو شروع کر دیں گے۔ کیونکہ انہیں زیادہ  
نہ ہمارے ہی ساتھ کینہ و پر خاش ہے۔

ٹیلیو۔ افریقہ ہے تم پر موسیو سیلو۔ تم نے ہمارے  
دشمنوں پر رسم رکھ دیا۔ خدا تمہیں اس کی جزا دے  
— مگر میں تمہاری یہ تجویز قبول نہیں

موسیو سیلو۔ عالی جاہ ہم صدق دل سے چاہتے ہیں۔ کہ  
آپ کی یہ پریشانی دور ہو جائے۔

ٹیلیو۔ دوستو تم غریب الوطن ہمارے بلانے پر یہاں  
آئے ہو۔ اللہ تم ہمیشہ ہماری رفاقت اور ونداداری  
کا دم بھرتے رہے ہو۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ  
ہم تم جیسے شریف بہادر رنگ حلال اور وفادار  
دوستوں کو دشمن کے حوالے کر دیں۔

موسیو سیلو۔ یہاں عالی حضرت کی ذمہ داری ہے۔ مگر حالات  
اسی کچھ ایسے ہیں۔

ٹیلیو۔ حالات کیسے بھی ہوں۔ اگر ہماری تمام سلطنت



تاخت و تاج ہر جگہ تو بھی ہم تمہیں کبھی  
 انگیزوں کے حوالے نہیں کریں گے۔ — میسوپا  
 بے داغ زندگی پر یہ دھبہ کبھی نہیں لگائے گا۔  
 ہم موزوں کو یہ موقع نہیں دینا چاہتے کہ جب وہ  
 شیر عیسوی کے حالات زندگی قلمبند کریں۔ اس  
 کی بلند سیرت کا ذکر کریں تو آخر جس یہ بھی لکھیں  
 کہ اس نے حالات سے پریشان ہو کر اپنے ذہنی  
 دوستوں کو دشمن کے حوالے کر دیا۔ — ایسا  
 ہرگز نہیں ہو گا میسوپا۔

اس کے بعد سلطان نے حکمران ویران میر صادق اور پور نیلے  
 فرانسس (سرداروں کے مشورے کا ذکر کیا اور رائے طلب کی۔

میسوپا۔ کیوں میر صادق تمہارا کیا خیال ہے؟  
 میر صادق۔ اعلیٰ حضرت کا فیصلہ اہل ہے۔ مگر غلام کا خیال  
 کچھ اور ہی ہے۔

ٹیلیوڈ - ظاہر کرو۔

میر صادق - اس قوم نے کسی ساتھ وفا کی ہے۔ جو آپ کے ساتھ کریں گے۔

پورنیا - فرانسیسی اور انگریز دونوں ایک ہیں۔

میر صادق - اعلیٰ حضرت یہ دونوں ایک ہی تخیلی کے چھٹے بٹے ہیں۔ یہ دونوں انہیں ایک ہو جائیں گے۔

نقصان ہمیں ہی ہوگا۔ ان سفید چٹری کے آدمیوں کو ہم سے کیا ہمدردی ہو سکتی ہے۔

پورنیا - سگ زرد و برادر شغال۔

میر صادق - حضرت یقین فرمائیں۔ کہ جیسے ہی آپ نے قلعہ ان کے سپرد کیا یہ انگریزوں کے حوالے کر دیں گے۔

ٹیلیوڈ - ہمیں ان کی وفاداری پر پورا پورا بھروسہ ہے۔

میر صادق - غلام نے اپنا خیال ظاہر کر دیا ہے۔ ماننا نہ ماننا اعلیٰ حضرت کا اختیار ہے۔

ٹیلیوڈ - ہمارے اختیار میں بہت سی باتیں ہیں اگر تقدیر پر

ہمیں کوئی اختیار ہوتا تو میر صادق آج ہماری صفوں

کہ درمیان یہ خدار نہ ہوتے، جن کی مکاریوں کے  
 باعث ہیں یہ دن دیکھنا نصیب ہوا۔ ہم انگریزوں  
 سے صلح کے طالب ہوئے مگر ان کی طرف سے  
 ایسی ذلیل شرطیں پیش کی گئی ہیں۔ کہ خدا کی قسم ہمارے  
 خون کھول رہا ہے۔ اگر آج ہمارے دوست  
 ہمارے دشمن نہ ہوتے تو یہ صادق تم دیکھتے ہم  
 دشمن کے تمام ارادوں کو لوں پاؤں تلے روندتے۔  
 — ہم ان کی ذلیل شرائط پر گز قبول نہیں کریں گے۔  
 میر صادق۔ اعلیٰ حضرت کی مرضی کے آگے ہمارا سر خم ہے،  
 بیپو۔ وہ چاہتے ہیں۔ کہ ہم اپنے فرانسیسی دوستوں،  
 کو ان کے حوالے کر دیں۔ — ہم ایسا کبھی نہیں  
 کریں گے۔ — وہ کہتے ہیں کہ ہم خراج ادا کریں،  
 — بیپو اور خراج گزار؟ — ناممکن ہے۔ —  
 اور میر صادق تم نے ان انگریزوں کی بے ایمانی  
 دیکھی۔ —

میر صادق کی اعلیٰ حضرت !

بلید۔ تم ابھی ہم سے پرچنے ہو کہ کیا؟۔۔۔ انہوں نے  
 شرائط ماننے کے لئے ہمیں چرمیں گھنٹے کی ہلکت  
 دی ہے۔ لیکن اس دوران میں برابر تلکے پر گر بارہی  
 ہو رہی ہے۔۔۔ اس بے اصولی نے ہمیں بہت  
 خشم آلود کیا ہے۔

پورنیا۔ تواب حضور کا کیا ارادہ ہے۔  
 ٹیپو۔ بدر الزمان خاص نائٹ کو ہمارے حضور میں بلایا  
 جاوے۔ ہم اسکو چند احکام دینا چاہتے ہیں۔  
 میرصادق۔ بہت اچھا عالی جاہ۔ میں انہیں ابھی آپ کی  
 خدمت میں حاضر کرتا ہوں۔ (چلا جاتا ہے)  
 ٹیپو۔ (راضطراب کے ساتھ ہنسنے ہوئے)۔۔۔ کاش  
 ہمیں ان غداروں کا پتہ چل جاتا۔ پورنیا۔ ان  
 انگریزوں کو ہمارا گھر جلانے کے لئے ہمارے ہی  
 گھر کے چراغ مل گئے ہیں۔ ہم ان کی شرائط ہرگز قبولی  
 نہیں کریں گے۔ (میرصادق۔ بدر الزمان نائٹ  
 کے ہمراہ اندر داخل ہوئے)۔

میں صاف حق ۔ عالی جاہ ۔ حسب الحکم بد الزمان جس نے انٹھ طاف میں  
 ٹیکس پور ۔ بد الزمان کو ۔ ہم تمہیں چند احکام بتانا چاہتے ہیں ۔  
 بد الزمان ۔ ارشاد عالی جاہ

ٹیکس پور ۔ تمام جواہرات اور خزانہ ۔ تو نئے خلع کا تمام  
 اعلیٰ سائبانہ صندوقوں میں بند کر کے اور خوب لوہا  
 دیا جائے ۔ حرم سرا کی زنانہ سوار یوں کیلئے تیز  
 رفتار بلیوں اور کہاروں کا فوراً انتظام کر دیا جائے  
 ہمراہی کے لئے ہم ہوائی معتمد اور جان نثار افسر  
 مامور کر دیں گے ۔

بد الزمان ۔ عالی جاہ ! آپ احکم سر کھنوں پر مگر غلام کچھ  
 نص کر کے کی اجازت مانگتا ہے ۔

ٹیکس پور ۔ تمہیں اجازت ہے ۔ کہو کیا کہتا چاہتے ہو ۔  
 بد الزمان قبلہ عالم ۔ جیسے ہی حضور کا منہ خواتین حرم سرا  
 تلخہ حضور کو کربا پر تشریف لے جانا معلوم ہو گا تو سب  
 جاں نثاروں کی ہمت ٹوٹ جائے گی ۔ اور شیرازہ  
 جمیعت قائم نہ رہے گا ۔ میرے منہ میں ناک

لیکن اسوقت پر عمل شایانہ شان کے بھی مافی ہے ۔  
 ٹیلیو ۔ میر صادق ۔ پورنیا ۔ تمہاری کیا رائے ہے ۔  
 میر صادق ۔ میر خیال ہے ۔ کہ حضور کا قلعہ نہ چھوڑنا مصلحت  
 کے عین مطابق ہے ۔  
 ٹیلیو ۔ تم کیا کہتے ہو پورنیا ۔ ؟  
 پورنیا ۔ عالی جاہ میں بھی دیوان صاحب سے متفق ہوں ۔  
 بدر الزمان ۔ میر سے کیا حکم ہے عالی جاہ  
 ٹیلیو ۔ تم جاؤ بدر الزمان (ٹھنڈی سانس بھر کر) ....  
 رخصتے مولیٰ برہمراولی ۔

خدائے نادر کی رضا پر راضی ہو کر سلطان نے اپنا ارادہ تبدیل کر  
 دیا ۔ امراء کی سازش کامیاب ہوئی ۔ اگر سلطان تلخے سے باہر چلا  
 جاتا تو یہ سازش کامیاب نہ ہو سکتی ۔ سلطان حیران تھا کہ اس کے  
 سردار جا بجا متعین ہیں مگر ان سے کچھ بھی نہیں ہوتا ۔ ظاہر ہے کہ بغیر  
 سازش کے یہ ممکن نہیں ۔ ان حالات کے پیش نظر سلطان نے حرم  
 مرا کے چاروں طرف خندق کھدوا کر بارود پھیرا دی تاکہ اگر زنجب

اندرا جائیں۔ تحفظ ناموس کے لئے حرم سرا کو اڑا دیا جائے سڑکوں  
کو سوار اور پیادہ فرج کے ساتھ ضروری مقاموں پر ماسود کیا اور ایک فرج  
انگریزوں کا سامان رسد روکنے کے لئے روانہ کی۔ لیکن سلطان کے  
کسی حکم کی تعمیل نہ ہوئی اس لئے کہ ان میں سے اکثر غدار تھے۔  
چار میٹھی کی صبح کا ذکر ہے :-

بخومی - عالی جاہ ! میں آپ کی خدمت میں کچھ عرض  
کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔

ٹھیکو - بولو۔ تمہیں کیا عرض کرنا ہے۔

بخومی - حضور ستارہ کا حساب لگانے پر معلوم ہوا ہے  
کہ آج کا دن اعلیٰ حضرت کیلئے نہایت محسوس ہے !  
ٹھیکو - تو کیا کرنا چاہئے۔

بخومی - حضور کو صدقہ دینا چاہئے — غسل فرمانے  
کے بعد عالمجاہ صدقہ ضرور دیں۔

ٹھیکو - ضرور دیں گے — ہم غسل کر چکے ہیں، جاؤ  
دیران سے کہو کہ ایک ہاتھی کالے منل کی بھرتی

سمیت جس کی جہاز میں کئی سیر کے ترقی اور جہاز  
 ٹکے ہوئے ہیں درویشوں کو دیدیا جائے۔  
 بخوبی۔ حضور کا اقبال دن بدن ترقی پر ہو۔ (چلا جاتا  
 ہے)

طیلسپور۔ (زیر لب ہنستا ہے) حضور کا اقبال دن بدن ترقی پر ہو  
 (ایک خادم آتا ہے)

خادم۔ عالی جاہ۔ آپ کے ارشاد کے مطابق قلعے  
 کی شمالی فصیل کے پاس سایہ دار درخت کے  
 نیچے آپ کا خاصہ چین رہا گیا ہے۔  
 طیلسپور۔ چلو۔ ہم تمہارے ساتھ چلتے ہیں۔

سلطان نے ابھی خاصے کا ایک لقمہ نفاذ کیا تھا۔ اور دوسرا لقمہ  
 اٹھانے ہی والا تھا۔ کہ دامیلا کرتے ہوئے لوگ دوڑے آئے۔ کہ غفار  
 نے انبی جان شاہ پر نشانہ کر دی ہے۔ سلطان نے اس لقمہ کو دیا ہی  
 چھوڑ کر دسترخوان سے ہاتھ لھینچ لیا۔ اور ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔  
 ”اب ہم بھی آفتاب لب بام ہیں“ یہ کہہ کر سلطان نے دونوں ہاتھ



نشان اوجھوٹے دروازے - سے باہر نکلا۔ اسوقت سلطان خیرنگ کچڑ  
کی قبا پہنے ہوئے تھا۔ شاہانہ گاڑی سر پر تھی۔

جس وقت سید غفار کے گولہ لگا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ سپاہ برابر  
مستعدی سے اپنے کام میں لگی ہوئی تھی۔ اسی دوران میں پورنیا کا حکم  
آیا کہ فوج کو تنخواہ اقسیم سودہ ہی ہے۔ اس لئے سپاہی اگر اپنی تنخواہ لے  
جائیں۔ اندرون سازش یہ تھی۔ کہ جب سپاہ یہاں سے ہٹ جائے۔  
تو انگریزی فوج کے چڑھ آنے کے لئے اشارہ کر دیا جائے۔ سپاہی تنخواہ  
لینے کے لئے مسجد اعلیٰ کے پاس چلے گئے۔ اور انگریزی فوج اشارہ  
پاکر آسانی کے ساتھ فیصل پر چڑھ کر قلعے کے اندر داخل ہو گئی۔

انگریزی فوج میں خوشنصیب سب سے اول تھا جنرل بیرڈ تھا بگر  
اسکی رہنمائی کے لئے ایک اور شخص اس سے آگے آگے تھا۔ میر  
قاسم علی۔۔۔

انگریزی فوج اپنی تعدادوں کی مدد سے فیصل پر قابض ہو کر قلعے  
کے اندر داخل ہو چکی تھی۔ سلطان قلعے میں داخل ہونے کے لئے جب  
ڈوٹی دروازے پر آیا تو اسے بند پایا۔

ٹیلیو - یہ دروازہ اندر سے کس نے بند کیا ہے ؟  
 ایک سپاہی - عالیجاہ - آپ جب اس دروازے سے نکلے گا پھر  
 تشریف لے گئے تھے تو دیوان صاحب آپ  
 کے پیچھے آئے تھے ۔

ٹیلیو - میرے لئے پیچھے پیچھے آیا تھا تو کدھر گیا ۔ اب  
 کہاں ہے ۔ یہ دروازہ کس نے بند کیا ہے ۔  
 سپاہی - عالی جاہ ، دیوان صاحب نے ہی دروازہ بند  
 کیا ہے ۔

ٹیلیو - ( حیرت سے ) کیا کہا — میرا صادق نے یہ  
 دروازہ بند کیا ہے ۔

سپاہی - ہاں عالی جاہ - انہوں نے اپنے ہاتھ سے  
 یہ دروازہ بند کیا ۔

ٹیلیو - اسی نے کیا ہوگا — اب تک اور میر بھی تو  
 کئی دروازے بند کر چکے ہیں ۔ ہم سوئے رہے  
 .... ہم غافل رہے ۔

( ایک سپاہی جاگتا ہوا آتا ہے )

ٹیمپو۔ کیا ہوا۔ تم اتنے دہشت زدہ کیوں ہو؟  
 دوسرا سپاہی۔ (ہانپتے ہوئے) عالی جاہ۔ انگریزی فوج نکلے  
 میں داخل ہو کر اس مقام پر آگئی ہے۔

ٹیمپو۔ کس مقام پر؟  
 دوسرا سپاہی۔ یہاں سے بالکل قریب عالی جاہ۔ آپ کہیں  
 چھپ جائیں۔

ٹیمپو۔ دوست گیدڑ کی صد سالہ زندگی سے شیر کی  
 ایک دن کی زندگی اچھی ہے۔

جہاں سلطان جارا تھا ایک طرف تو انگریزی فوج سے جو فیصل  
 پر تھی اور دوسری جانب سامنے اور پیچھے سے انگریزی فوج کے دوسرا  
 حصے سے سلطان کے سپاہیوں کا مقابلہ ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد  
 سلطان مع اپنے جاں نثاروں کے محصور ہو گیا۔

بندوقوں کے فائر کے ساتھ ہی ساتھ دست بدست لڑائی شروع  
 ہو گئی۔ خوب گھمسان کی جنگ ہوئی۔ ناگاہ ایک گولی سلطان کے گھوڑے  
 کے لگی۔ گھوڑا وہیں مر گیا۔ اب سلطان پیادہ ہو کر لڑنے لگا۔ چونکہ غلاؤں

سے معلوم ہو چکا تھا کہ سلطان بذاتِ خود اس جنگ میں شریک ہے !  
 لہذا تمام انگریزی فوج پوری طاقت سے اس جگہ مصروف پیکار تھی جہاں  
 سلطان ایک تنگ جگہ میں محصور تھا۔ اس دست بدست لڑائی میں  
 جس میں سلطان دادرِ شجاعت دے رہا تھا۔ ناگاہ ایک گولی سلطان  
 کے دل کے قریب لگی ۔

ٹیلیو ۔ (زخمی ہو کر) راجہ خاں — راجہ خاں  
 راجہ خاں ۔ عالی جاہ !  
 ٹیلیو ۔ ادھر رائے — ایک لمحے کے — لڑنا موقوف  
 کر کے ادھر میرے پاس آؤ ۔  
 راجہ خاں ۔ (سلطان کے پاس جا کر) ارشاد عالی جاہ !  
 ٹیلیو ۔ ہم زخمی ہو گئے ہیں ، راجہ خاں  
 راجہ خاں ۔ (سیٹھ سے ہلہکتا دیکھ کر) عا لجاہ — میرے  
 منہ میں خاک مگر آپ کے قربیت ہلک زخم کا۔  
 ٹیلیو ۔ گولی کا زخم اتنا ہلک نہیں راجہ خاں — ہمارا سینہ  
 اور یہ زخموں سے چھلنی ہو چکا ہے ۔

راجہ خاں - عالی جاہ - اب حالات کا تقاضا یہ ہے کہ آپ  
اپنے آپ کو انگریزوں پر ظاہر کر دیں -  
ٹیلپو - کیا تم دیوانے ہو گئے ہو راجہ خاں - خاموش رہو۔

سلطان کو فرانسسپاہیوں نے اٹھا کر ایک پاکی میں لٹا دیا۔ یہ پاکی  
دروازے میں رکھ دی گئی۔ سلطان اس پاکی ہی میں تھا۔ کہ ایک انگریز  
سپاہی کا گنہراد صر سے ہوا۔ اس نے سلطان کی تلوار اور بیٹی چھیننا چاہی  
جب اس نے ہاتھ دراز کیا تو سلطان نے تلوار سے اس کے پاؤں پر ضرب  
لگائی۔ اس پر اس انگریز سپاہی نے اپنی بھری ہوئی بدوق سلطان پر  
خالی کر دی۔ جس سے شیر میسور کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔  
جب سلطان کی موت کی خبر جزیل ہارس کو پہنچی تو وہ لاش پر آیا اور  
فرط مسرت سے پکلا اٹھا۔ ”آج ہندوستان ہمارا ہے!“

# راہپوین کی موت

راہپوین دنیا کا سب سے بڑا گنہگار اور بد خصلت انسان جو روس میں پیدا ہوا، ولی یقین کیا جاتا تھا۔ مگر حقیقت وہ ایک شیطان تھا۔ جس کے ہاتھوں نار روس کی عظیم الشان سلطنت برباد ہوئی۔ اس کی گناہوں بھری زندگی اس قدر حیرت خیز ہے، کہ اس پر کسی خیالی افسانے کا گمان ہوتا ہے۔

چھ فٹ دو انچ لمبے قد کا یہ گرانڈیل راہب جس کا سر گنبد نما تھا کئی سال روس پر اپنی شیطانی صفات کی بدولت حکمران رہا۔ اُس کی حیرت انگیز قوت کا راز اس چیز میں مضمر ہے کہ سپناٹزم میں اسے کمال حاصل

تھا۔ اس قوت کے ذریعہ سے وہ مضبوط سے مضبوط ترین آدمی کو بھی اپنا  
گرویدہ بنا لیتا تھا۔ ہیناٹرم جاننے کے علاوہ علم کشف میں بھی اُسے  
جہارت حاصل تھی چنانچہ اسی علم کی وساطت سے زارینہ سے اس کا  
تعارف ہوا۔

واقعات بتاتے ہیں کہ بہت جلد راسپوٹین نے زارینہ کو مسحور کر لیا  
اس کے علاوہ اس نے شاہی محل کی تمام پیش خدمتوں، زارینہ کی تمام خوبصورت  
سہیلیوں اور خاندان شاہی کی قریب قریب تمام بیگیوں کو اپنا مرید بنا لیا۔  
یہ تمام عورتیں برضا و رغبت اس کی خواہشوں کے سامنے جھک گئیں۔  
یہ بات بہت ہی شرمناک ہے۔ مگر حقیقت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا  
کہ خود زارینہ کو بھی آہستہ آہستہ اس کا یقین ہو گیا تھا۔ کہ جب تک راسپوٹین  
کے جسمانی گناہ کا ارتکاب نہ کیا جائے خدا کے ہاں نجات ممکن ہی نہیں عورتیں  
چھپ چھپ کر اور بھیں بدل کر اس شیطان راہب کے پاس جاتی تھیں،  
نہیں معلوم کہ اس میں ایسی کون سی طاقت تھی کہ عورت سامنے آتے ہی  
بالکل مسحور اور بے بس ہو کر رہ جاتی تھی۔

جنگ عظیم شروع ہو چکی تھی۔ زار اور زارینہ کو یقین تھا کہ راسپوٹین  
خدا کی طرف سے اس لئے آیا ہے کہ روس کو فتح و ظفر اور عزت و شان سے

ہم آشوش کر دے ، لیکن راسپوٹین اصل میں جرمین جاسوس تھا ۔ اور اسکی  
 کوشش یہی تھی کہ روس اپنے اتحادیوں سے جدا ہو کر جرمن سے صلح کرے ؛  
 یہ بات قابل ذکر ہے ۔ کہ حد درجہ غلیظ ہونے کے باوجود راسپوٹین  
 سے نزارینہ کو گھن آتی تھی نہ کسی دیگر خاتون کو ۔ وہ بالکل غسل نہیں کرتا تھا ۔  
 اس نے کبھی منہ ہاتھ بھی نہیں دھو یا تھا ۔ اُس کے بدن سے سخت بدبو آتی  
 تھی ۔ اُس کے بے بلے ناخنوں میں ہر وقت میل بھرا رہتا تھا ۔ ڈاڈھی اُس  
 کی بے حد مکروہ تھی ۔ جسکے بال میل اور چکنا چٹ کے باعث اُس میں جھج  
 رہتے تھے ۔ بہت ہی بدتمیز تھا ۔ یورپی آداب کے خلاف ہاتھ سے کھانا  
 کھاتا تھا ۔ اور اپنی بھری ہوئی انگلیاں شہزادیوں کی طرف بڑھا دیتا  
 تھا ۔ جو ان کو چوس کر صاف کر دیتی تھیں ۔

۱۹۱۶ء کے آخر میں روس کی ناگفتہ بہ حالت تھی ۔ دھماکی سال سے  
 ملک میں بد امنی اور قحط کا دور دورہ تھا ۔ فوجوں کے سپاہی اپنے وطن کی بہت  
 کا جھبڑ دل میں رکھتے تو تھے ۔ لیکن وہ ایک بے مقصد لڑائی لڑتے لڑتے  
 اکٹا گئے تھے ۔ جس میں انہیں ہیٹ بھر کر کھانا بھی نصیب نہیں ہوتا  
 تھا ۔ ان کو حکومت کی طرف سے پردے ہتھیار بھی نہیں دیئے جاتے  
 تھے ، کہ وہ جرمنوں کا طریق آہن مقابلہ کر سکیں ۔ چنانچہ فوجوں میں بددلی



پھیل گئی اور سالہ ۱۹۱۶ء میں دس لاکھ روسی سپاہی بستر بھریا باندھ کر اپنے اپنے گھر چلے گئے۔

جب حالات اس درجہ کمزور ہو گئے تو شاہی خاندان کے مردوں کے کان کھڑے ہوئے چنانچہ گرانڈ ڈیوک نیکولس اور میکائل کی سرکردگی میں ایک وفد زار کے پاس گیا۔ اور زارینہ کے چال چلن پر شبہ کا اظہار کیا۔ اور درخواست کی کہ ملک کی بد حالی اور بد انتظامی دور کرنے کیلئے فوری طور پر کچھ کیا جائے۔ زار نے اس وفد کی کوئی بات نہ سنی چنانچہ اس کے رشتہ داروں نے سوچا کہ روس کو بچانے کے لئے اب ایک ہی راستہ باقی رہ گیا ہے۔ وہ یہ کہ خود کچھ کیا جائے۔ چنانچہ سینٹ پیٹرز برگ میں امراء نے شہسای قتل کی آخری سازش کا انتظام کیا۔ پیر و گرام میں سب سے پہلے راسبوٹین کا قتل تھا۔

۷ اردسمبر کی رات کو شاہزادہ یوسوپوف نے مجلس رقص و سرود قائم کی اور راسبوٹین کو اس میں مدعو کیا۔ چونکہ راسبوٹین موسیقی کا دلدادہ تھا۔ اسلئے ساز خیوں کو یقین تھا کہ وہ ضرور آئے گا۔

یوسوپوف۔ شیطان آج ہمارے جال سے بچ کر نہیں

جائیگا — پال، تم نے ذہر کی طرف سے اپنا  
المیناں کر لیا۔

پال سینٹیاٹوف — کرچکا ہوں۔ چند قطرے ایک کتے کے حلق  
میں چھوئے جو فوراً ہی مر گیا۔ اس کی لاش باہر صحن  
میں پڑی ہے۔

یوسو پوف — آج اس رات اس کتے راسپوٹین کی لاش بھی  
اسی صحن میں پڑی ہوئی چاہئے — تنہا راخیاں کیا  
ہے، کہیں دعوت میں آنے سے انکار نہ کر دے۔  
پال سینٹیاٹوف — میرا خیال ہے انکار نہیں کریگا۔ اس لئے کہ  
ہم اسے ایک معشرۃ کا لالچ بھی تو دے چکے ہیں۔  
یوسو پوف — میں بھول ہی گیا تھا۔ جب اس نے اس معشرۃ  
کے سراپا کی تعریف سنی ہوگی تو پانی بھرا آیا ہوگا۔  
خلیظ شیطان کے مندر میں۔

پال سینٹیاٹوف — باقی لوگ کہاں ہیں۔  
یوسو پوف — سب اپنی اپنی جگہ پر مستند ہیں تم بالکل بھیکوڑ  
پال سینٹیاٹوف — ایسا نہ ہو کہ مجھے دیکھ کر ٹھٹک جائے۔ اُس

سے جبری کبھی ملاقات نہیں ہوئی ۔  
 یوسو پوف - تم بے فکر رہو میں سب ٹھیک کر لوں گا ۔ اس  
 سے کہہ دوں گا کہ پال سینٹیا نوف اپنا آدمی ہے بغیر  
 نہیں ! ۔

پال سینٹیا نوف - اچھا میں ہی ہوں ۔ میرا تو دل دھڑک رہا  
 ہے ۔ کم تجنت کے اتنے افسانے سن چکا ہوں کہ اب  
 وہ مجھے بھوت معلوم ہوتا ہے ۔

یوسو پوف - دوست آج یہ بھوت نہیں رہیگا ۔ روس  
 کی مقدس سرزمین پر آج اس کا ناپاک وجود نہیں رہیگا  
 کیا ہم سب اس کا حلف نہیں اٹھا چکے ۔ اس خدا  
 و دجال اور گنہگار انسان کو مارنا بہت بڑا کام تھا اب  
 پال سینٹیا نوف - اس میں کیا شک ہے ۔

یوسو پوف - دس بجے وائے ہیں ۔ آؤ اب شراب میں ڈبھڑکادیں  
 پال سینٹیا نوف - یہ دو تو تیس ہیں ۔ ان میں سے ایک میں یہ نہ ہر  
 گھول دو ۔ دوسری بوتلی میں کچھ نہ ڈالو ۔ مگر نہ ہر والی  
 بوتلی پر نشان ضرور لگا دینا چاہئے ۔ اب نہ ہر کہیں

وقت پر گر بڑھو جائے۔

یو سولپوف - میں نشان لگائے دجاہوں - اول تو اس کی بھی  
عزیزت نہیں - کبہر کہ شراب کی طرح دونوں بوتلیں  
بھی ختم ہیں -

پال سینتیا نوف - تو اس میں ڈال دوں -  
یو سولپوف - ڈال دو - اور اچھی طرح ملا دو -

شراب میں زہر ملا دیا گیا - سب تیاریاں مکمل ہو گئیں پرنس یو سولپوف  
کے گھر میں کئی آدمی چھپے ہوئے تھے - ان میں سے ایک نام پرنس منزی تھا  
اور دوسرا پال سینتیا نوف - ان کے علاوہ ایک مشہور رقاصہ بھی تھی جس کا  
لاٹچ واسپوٹین کو دیا گیا تھا -

سب انتظامات مکمل تھے مگر اندیشہ اس بات کا تھا کہ واسپوٹین  
کہیں پرنس یو سولپوف کی دعوت مسترد نہ کر دے - وعدہ خلافی نہ کر جائے  
رات کے گیارہ بج گئے - واسپوٹین نہ آیا - اب پرنس اور اسکے ساتھیوں  
کو سخت تشویش ہوئی -

مستری - کہیں جاسوسوں نے اس کو ہماری سازش سے  
آگاہ تو نہیں کر دیا۔

یوسو پروف - نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ ہمارے سوال اس سازش  
سے اور کون آگاہ ہے۔ اگر اس کو پتہ چل گیا ہے  
تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم خود اس شیطان کے  
جاسوس ہیں۔

پال سینٹیا نوف - سوال یہ ہے کہ وہ ابھی تک آیا کیوں نہیں  
یوسو پروف - کسی مشورہ کے ہاں رک گیا ہو گا۔  
پال سینٹیا نوف - ہو سکتا ہے کہ ایسا ہی ہو۔

مستری - حارٹ دے پریور تین یوں ٹوٹی ہیں جیسے شہید پر  
لکھیاں۔

یوسو پروف - آج آجائے تو ہمیں سارا چھتھی پھوٹے دوں۔  
پال سینٹیا نوف - یوسو پروف - تم ٹیلیفون کرو اور اسکے  
گھر سے پتہ لو کہ کہاں ہے۔

یوسو پروف - ٹھیک۔ لو میں ابھی کرتا ہوں (خبر ملتا ہے) ہلو  
.... ہلو.... مقدس باپ کہاں ہیں؟ — کیا کہا؟

.... چلے گئے؟ — کب؟ — کہاں؟ —

(ٹیلیفون کا چونکا رکھ دیتا ہے)

پال سینیاٹوف — کہاں گیا؟

منتری — گھر میں نہیں ہے کیا؟

یوسو پروف — خادم بتاتا ہے کہ مقدس باپ ٹھیک گیارہ بجے

گھر سے نکل گئے تھے۔

منتری — مقدس باپ.... شیطان کا بچہ... مقدس باپ!

یوسو پروف — ایسا نہ ہو کہ ہماری سارنٹ یہاں دہری کی دہری رہ

چلے۔

منتری — روس کی جماعت اس وقت تک ناممکن ہے جب

تک یہ شیطان زندہ ہے۔ اگر وہ آج نہ لے۔ تو

اُسے کل بلایا جائے۔ اور کسی نہ کسی جیل سے اُس

کا کام تمام ضرور کر دیا جائے۔

پال سینیاٹوف — سب اشتہامات مکمل ہیں۔ ایسا موقوفہ شاید

ہی پھر کبھی ہاتھ آئے۔

یوسو پروف — کچھ دیر اور انتظار کر لیتے ہیں شاید اچھلے۔

پال سینٹیا لوف۔ اگر اُسے اُنا ہوتا تو اب تک اُگیا ہونا۔ جہاں  
 خوبصورت رقص و سرور اور شراب کا سوال ہوتا ہے  
 وہ کبھی دیر نہیں کرتا۔ عین وقت پر پہنچا کرتا ہے  
 مہتری۔ ہو سکتا ہے۔ کہ ہماری دعوت میں اسے کوئی  
 دلغریب بات نظر نہ آئی ہو۔

لو سو لوف۔ دعوت کو دلغریب بنانے میں ہم نے کوئی دقیقہ  
 فرگذاشت نہیں کیا۔ خوبصورت عورت، رقص،  
 شراب، اور تخلیق۔۔۔ یہ سب چیزیں ہم اُسے  
 دعوت میں پیش کر چکے ہیں۔ اس کے یہاں نہ آنے  
 کی کوئی اور ہی وجہ ہوگی۔

مہتری۔ ٹھیک۔۔۔ یہ تم نے کواڑ سنی۔  
 لو سو لوف۔ وہ اُگیا۔۔۔ یہ آواز اسی کی موٹر کی ہے۔ وہ  
 اُگیا۔ اب تم سب تیار ہو جاؤ۔ دیکھو ایسی  
 بات نہ ہو کہ وہ تار جھٹے۔

ٹھیک گیارہ بجے میں منٹ پر اسپوٹین کی موٹر دروازے پر اُگر ٹکی۔

وہ اس میں سے اُترا موٹر خفیہ دروازے پر رو کی گئی تھی۔ راہب کو بڑی احتیاط کے ساتھ اندر داخل کیا گیا۔ کو دیکھنے نہ پائے۔

راسپوٹین اس وقت سیاہ جب پیتے تھا۔ حراہرات سے مرتع عظیم الشان ملائی صلیب اُس کے سینے پر ٹک رہی تھی۔ اندر داخل ہو کر اس نے اپنا بیش قیمت ادور کوٹ اتار دیا۔ باہر شدید قسم کی برف باری ہو رہی تھی اور سخت سردی تھی۔

یو سو پروف - تشریف لے آئیے۔ بے کھٹکے اندر تشریف لے آئیے۔

راسپوٹین - جیسے دیر ہو گئی۔

یو سو پروف - خاص دیر تو نہیں ہوئی۔ نہ ہے نصیب کہ آپ تشریف لے آئے ہیں۔

راسپوٹین - جب تم نے بلایا تو مجھے آنا ہی پڑا۔ تمہاری دعوت سے انکار بھی ہو سکتا تھا جب کہ تم نے.....

یہ کون ہے؟

یو سو پروف - مقدس باپ، آپ مطمئن رہیں۔ خلوت کا یہاں پورا



پروا بند و بستی ہے۔ یہ پال سیتیانوف ہیں۔ میرے  
 پڑانے دوست، ہم پیالہ دہم قرار — آؤ پال  
 مقدس باب کی زیارت کا شرف حاصل کرو۔  
 راسپوٹین۔ (پال کی طرف شفقت آمیز نظروں سے دیکھتے  
 ہوئے) ختم سے ہلکے مسرت ہوئے ہے۔

پال سیتیانوف۔ یہ میری عین غرض تھیں۔  
 راسپوٹین۔ بیٹھ جاؤ۔ اس کرسی پر بیٹھ جاؤ۔  
 پال سیتیانوف۔ (کرسی پر بیٹھ کر) آج پہلی مرتبہ آپ کے  
 دیار ہوئے ہیں۔ یہ شرف مجھے ہمیشہ یاد  
 رہیگا۔ آپ کی عظمت و بزرگی.....

راسپوٹین۔ کیا یہ ادنیٰ فخر ہے کہ اگر نکولس دوم روس کا  
 زار ہے۔ تو میں عیسائی سیج ہوں۔ میں روس کو اہتمام دنیا  
 کو نجات دلانے آیا ہوں۔ زار اور زارینہ میرے  
 سامنے ادب سے جھکتے اور میرا ہاتھ جوڑتے ہیں،  
 انکے بچے مجھے سجدہ کرتے ہیں۔ میرا بہت بڑا  
 مرتبہ ہے۔

پال سیتیا لوف - (مصنوعی طور پر متاثر ہو کر) اس میں کیا شک ہے مقدس باپ -

راسپوٹین - یوسو پوف وہ عودت کہاں ہے - جس کا تم نے ذکر کیا تھا - وہ حسینہ جو اپنا نام ظاہر نہیں کرنا چاہتی - مگر مجھ سے نفار کرنے کی خواہشمند ہے - یوسو پوف - ابھی تک اُئی نہیں مقدس باپ -

راسپوٹین - کیا وجہ ہے اس کے زانے کی - تمہارے بیان کے مطابق اُسے میری ملاقات کا اشتیاق تھا - ؟

یوسو پوف - جی ہاں ، بہت زیادہ اشتیاق تھا - اور میرا خیال ہے کہ بس اب اُئی ہی ہوگی - منزی باہر اس کا انتظار کر رہا ہے میں جا کر دیکھتا ہوں -

راسپوٹین - جاؤ ، پرنس منزی کو یہاں بیجد و اور تم اس خاتون کا انتظار کرو -

یوسو پوف - بہت اچھا مقدس باپ (چلا جاتا ہے)  
راسپوٹین - پال ، اس عورت کو جس کا ذکر ابھی ہو رہا تھا کیا تم جانتے ہو -

پال سینیاٹوف - جاغا ہوں - بہت اچھی طرح جاغا ہوں -  
 راسپوٹین - کیسی ہے ؟

پال سینیاٹوف - بہت حسین عورت ہے - اور ناچتی بھی خوب  
 ہے - میں نے ایسی رقاصہ آج تک نہیں دیکھی  
 راسپوٹین - خوب - خوب .....

پال سینیاٹوف - مقدس باپ، میں ہیناٹزم کے متعلق بہت  
 کچھ سنا چکا ہوں - کہتے ہیں کہ ایسا علم موجود ہے،  
 جس سے آدمی دوسروں کو سحر کر لیتا ہے - لیکن  
 مجھے یقین نہیں آتا -

پال سینیاٹوف - جی نہیں اس لئے کہ کوئی قابل یقین بات نظر  
 نہیں آتی - صرف آنکھوں کے ذریعے سے مشکل  
 باندھ کر کسی تندرست آدمی کو بے حس کر دیا گیا  
 تک درست ہو سکتا ہے - اور پھر اس بے حس  
 آدمی سے عجیب و غریب کام لینا .... میں کیا  
 عرض کروں، کچھ سمجھ میں نہیں آتا - ایک عجیب  
 چکر میں پھنس جاتا ہوں جب اس علم کے متعلق سوچتا ہوں -

راسپوٹین۔ (ہنست ہے) تم میری لئے پوچھنا چاہتے ہو؟

پال سٹیپانوف۔ جی ہاں۔

راسپوٹین۔ تم نے سنا ہو گا کہ میں ہیناٹزم کا عامل ہوں۔

پال سٹیپانوف۔ جی ہاں۔ آپ کے متعلق یہ بات عام مشہور ہے۔

راسپوٹین۔ جو بالکل غلط ہے۔۔۔ خدائے ذوالجلال نے

مجھے جرقوت بخشی ہے۔ اس کو لوگ جہالت اور بیوقوفی

کے باعث ہیناٹزم سمجھتے ہیں۔ اس نے مجھے برکت

بخشی ہے۔ اس نے مجھے ہدایت کا رہنما بنا لیا ہے۔

امن اور نجات کی کلید میرے ہاتھ میں دی ہے

دنیا و آخرت میں میرا مقام بلند ہے۔ لوگ ان

رفعتوں کو دوسرے رنگ میں دیکھتے ہیں۔ وہ

مجھے جادوگر سمجھتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ کم عقل

اور جاہل ہیں۔ لیکن فہمنے کی اہلیت رکھتے ہیں

اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں خدا کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔

(پرنس متری اندر آتا ہے)

راسپوٹین۔ آؤ۔ پرنس متری۔ میں تمہارا احترام کر رہا ہوں۔

منتری - میں اس خانوں کی راہ دیکھ رہا تھا مقدس باب -  
 راسپیڈٹین - ابھی تک نہیں آئی -

منتری - جی ہنسی، لیکن بس اب آیا ہی چاہتی ہے -  
 راسپیڈٹین - ترمیٹ جاؤ میرے پاس — بونٹی کھولو — پیو  
 اور پلاؤ -

منتری - (پاس بیٹھ جاتا ہے اور زہر والی بوتل کھول کر راسپیڈٹین کے  
 گلاس میں شراب اندھکتا ہے) فرمائیے کتنی پیس گئے -  
 راسپیڈٹین - گلاس بھر دو — پال کو بھی دو -

منتری - (بوتل نیز پر رکھ دیتا ہے) تو پال تم بھی لو —  
 کیا سوچ رہے ہو؟

پال سیتیاٹوف - میں سامنے تصویر کی طرف دیکھ رہا ہوں —  
 مصوری کا نادر نمونہ ہے — مقدس باب، آپ  
 نے ملاحظہ فرمائی یہ تصویر -

راسپیڈٹین - (تصویر کی طرف دیکھتا ہے) منتظر کشتی خوب کنگنی  
 ہے - جیسے اس کا فریم بھی پسند آیا ہے (اسٹریٹن  
 میں پال سیتیاٹوف دو سری بوتل سے اپنے

گلاس میں شراب اٹھیل لیتا ہے ۔  
 منتری میں آرٹسٹ کا نام بھول گیا ہوں مجھے یوسرپوف  
 نے بتایا تھا ۔ بھلا سا نام ہے ۔

پال سینٹیاٹوف ۔ (گلاس اٹھا کر مقدس باپ کی صحت کیلئے ۔  
 راسپوٹین ۔ (اپنا گلاس اٹھا کر لبوں کے ساتھ لگاتا ہے) منتری  
 تم بھی پیو (گلاس نٹا غٹ پی جاتا ہے)

منتری ۔ حیرت ہے کہ وہ خاتون ابھی تک نہیں آئی ۔  
 پال سینٹیاٹوف ۔ (راسپوٹین کی طرف حیرت سے دیکھتے ہوئے)  
 یوسرپوف شاید ابھی تک اس کا انتظار کر رہا ہے ۔  
 راسپوٹین ۔ آجائے گی ۔ آج برف باری بھی تو بہت ہو رہی ہے ۔

پال اور منتری سلفت متحیر تھے کہ راسپوٹین اتنا ذہین کیسا ہے ۔ جو  
 بارہ آدمیوں کو ہلاک کرنے کے لئے کافی ہے ۔ مگر اسے کچھ بھی نہیں ہوا  
 وہ بالکل تندہرست تھا جیسے اس نے کبھی زہر پیایا ہی نہیں ۔ شراب میز  
 کے بعد اس نے میز پر سے بسکٹ اٹھا کر کھائے اور باتیں کرتا رہا بعض  
 لوگوں کا بیان ہے کہ اس نے نظر پیا کر اپنا گلاس کا پیچ کے اس اگالڈان

میں اندیل دیا تھا۔ جو اس کے پاس ہی رکھا تھا مگر بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس نے بیچ نہ رہا تھا۔ بہر حال اسکے متعلق اختلاف ضرور ہے پرنس ریو پوف اور اس کے ساتھی اہلہ کی منزل میں تھے۔ اور دیر ہونے کے باعث سخت پریشان ہو رہے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ اسپوٹین نہ رہے جتنے ہی مرجائیگا۔ جب بہت دیر ہو گئی اور پال اس کی موت کی خوشخبری سنانے کے لئے نہ آیا تو وہ لوگ دبے پاؤں نیچے اترے۔ اور کمرے کے پاس جا کر تعجب سے اسپوٹین کی باتیں سننے لگے۔

—  
 اسپوٹین۔ ایک گلاس اور رہے۔

پال۔ لیجئے (گلاس میں زہریلی مشروب اٹھاتا ہے)  
 اسپوٹین۔ (گلاس خالی کر کے) آج سردی غصہ کی ہے،  
 خون معذب ہوا جا رہا ہے۔ تین گلاس ختم کر چکا ہوں  
 ابھی تک بدن میں گرمی پیدا نہیں ہوئی —  
 لیکن تم لوگ یوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر میری  
 طرف کیا دیکھ رہے ہو؟  
 پال۔ کچھ نہیں۔ . . . . کچھ نہیں۔

منتری - (گھبرا کر) یہ صریحاً جادوگری ہے۔  
 راسپوٹین - (سکا کر) کیا جادوگری ہے؟ — جادوگری سب  
 بکو اس ہے۔ تم ہیک ہے۔ نہیں ہو کیا گیا ہے۔  
 پال - (اٹھ کھڑا ہوتا ہے) خدا کی قسم یہ شخص جادوگر ہے۔۔۔  
 منتری - پال، اسٹول نکالو اور ملعون کا خاتمہ کر دو۔ یہ نہر  
 اسے ہلاک نہیں کریگا۔

راسپوٹین - (ہنستا ہے) تو مجھے زہر دیا گیا ہے — دوستو!  
 زہر مجھے ہلاک نہیں کر سکتا — جس شخص کو حکمت  
 الہی نے بھیجا ہے۔ جس کو خدا نے بے شمار قوتیں  
 عنایت کر رکھی ہیں اس کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر  
 نہیں دیکھ سکتا — یہ زہر میرا بال تک بیکہ نہیں  
 کر سکتا — (ہنستا ہے) جاؤ، (سو پروف کے پاس)  
 جاؤ اور دیکھو کہ وہ حسین خاتون ابھی آئی ہے، یا  
 نہیں (ہنستا ہے) اس کے بعد پھر مجھے ہلاک کرنے  
 کی تجویزیں سوچنا — خدا تم پر اپنی برکت نازل کرے  
 منتری - پال اس شیطان کی تقریر دسنو۔ اپنا کام کر دو



— اس کے رعب میں نہ آؤ۔

پال - (اپنے حواس درست کرتا ہے) اور جیب سے لے کر  
نگال کرنا کرنا ہے، ایک دو تین -

—  
راسپیٹین کے سینے میں گولیاں اتار کر پال کرے سے باہر نکلا۔  
جہاں اسے پرنس یوسوف وغیرہ ملے۔ پال نے ان سے کہا شیطان  
بالآخر جہنم رسید ہو گیا۔ اب دوس اس کے شر سے آزاد ہے۔  
چنانچہ یہ سب لوگ ادھر کی منزل میں شراب پینے لگے مگر غصہ ہی وہی دیر  
میں انہیں نیچے کی منزل میں کچھ گڑبڑ معلوم ہوئی۔ اتنے میں دروازہ کھلا  
اور راسپیٹین اندر داخل ہوا۔ ان سب کو یقین تھا کہ پیچھے پڑے پر  
گولیاں کھا کر وہ مر چکا ہوگا۔ جب اسے زندہ دیکھا تو ان کے  
ہوش اڑ گئے۔ راسپیٹین خون میں نہایا ہوا تھا۔ لڑکھڑاتا ہوا وہ محل  
کے پچھلے تک پہنچ گیا۔ اور اسے کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔

—  
یوسوف - متری کہیں بھیج یہ راسب خدا رسیدہ ہی

تو نہیں - ؟

مستری - ہو سکتا ہے کہ خدا اسکی حفاظت کر رہا ہو۔  
 یوسو پورٹ - ذہر پی کراور گولیاں کھا کر بھی کم بخت نہیں رہا۔  
 مستری - بڑا صفت جان ہے۔

پال - کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔  
 راسپوٹین - (ایک ہاتھ سے اپنا زخم پکڑ کر جس میں سے خون جاری تھا) تم نے مجھے قتل کرنے کی پوری پوری کوشش کی ہے۔ لیکن یہ دیکھو میں زندہ ہوں۔  
 میں زندہ ہوں۔ اور اسی طرح زندہ رہوں گا۔ کوئی انسانی قوت مجھے ہلاک نہیں کر سکتی۔ ذہر اور یہ گولیاں مجھ پر کیا اثر کر سکتی ہیں (ہنستا ہے) تم لوگ بیوقوف ہو۔ کیا اب بھی تمہیں میری عظمت پر شک ہے۔ کیا اب بھی تم مجھے ہلاک کرنے کی ناکام سعی کرتے رہو گے۔ پچاٹک کھول دو میں باہر جانا چاہتا ہوں۔ عنقریب خدا مجھے تم سے انتقام لینے کا موقع عطا کر دیگا۔  
 پال - مستری، دوڑو۔ اس لمحوں کی پیچھے میں اپنا خنجر

دستے تک اتار دو۔ اس کی باتوں میں ڈاؤ۔ یہ  
خدا رسیدہ بزرگ نہیں۔ شیطان ہے جو ہمیں مڑو  
کرنا چاہتا ہے۔

راسپوٹین۔ تم ہیوقوف ہو تہا از ہر اور تہاری گویاں مجھے  
ہلک نہ کر سکیں۔ یہ خیز میر کیا بگاڑیگا؟ — آؤ  
اسکو بھی آزاد بکھو۔

پال۔ منتری خدا کے لئے اس کی باتیں نہ سہو! یہ ہم پر جادو  
کرنا چاہتا ہے۔ دوڑو جانے نہ پائے — لاؤ  
خنجر مجھے دو۔

راسپوٹین نے جب دروازہ کا ہتا گھمایا تو پال کو جوش آ گیا۔ وہ  
خراقات کا قائل نہ تھا۔ خنجر لے کر تیر کی طرح دوڑا اور راسپوٹین کی پیٹھ  
میں دستے تک اتار دیا۔ اب روس کا یہ دجال راہب آخری بار اٹھ کھڑا  
اور فرشتہ پر اوندھے منہ گر پڑا۔ کہتے ہیں کہ جب اس لاش اٹھا کر ان  
لوگوں نے دیا۔ میں پھینکنا چاہی تو اسوقت بھی راسپوٹین کے جسم  
میں جان کی رمق باقی تھی — جب اسکو دیا بڑو کیا گیا تو ان لوگوں

نے اطمینان کا سانس لیا — کیونکہ اب واقعی راسپوٹین روس کا  
محیب بصوت مرچکا تھا۔



.... زمانے کے چس دور سے ہم اس وقت گزردہ ہے ہیں اگر آپ اس سے ناواقف ہیں، تو میرے مانسانے پڑھئے گا کہ آپ ایک کو برداشت نہیں کر سکتے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ زمانہ نا قابل برداشت ہے.... مجھ میں جو جراثیم ہیں، وہ اس پمپ کی جراثیم ہیں بری قرریں کوئی نقص نہیں جس شخص کو میرے نام سے مفسد کیا جاتا ہے، دراصل جو جردہ نظام کا نقص ہے.... منظر